ماہنامہ
دختران اسلام
لاہور
ستمبر 2024ء

خدا کو کیوں مانیں؟
اور مذہب کو کیوں اپنائیں؟
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

حبِ رسول ﷺ بہ ترویجِ حدیثِ رسول ﷺ

ہمارے محمد ﷺ

eagers Envisioning a Generation Enriched & Self-Reliant

عصرِ حاضر میں سیرۃ النبی ﷺ کی عملی اہمیت

امن عامہ کی ضرورت و اہمیت

منہاج القرآن ویمن لیگ

صدر منہاج القرآن ویمن لیگ پاکستان
ڈاکٹر فرح ناز کی زیرِ صدارت ربیع الاوّل پلان لانچنگ تقریب 2024ء کی تصویری جھلکیاں

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ لاہور

دخترانِ اسلام

جلد: 31 شمارہ: 9 / ربیع الاول ۱۴۴۶ھ / ستمبر 2024ء

زیر سرپرستی **بیگم رفعت جبین قادری**

چیف ایڈیٹر **قرۃ العین فاطمہ**

فہرس

اداریہ (دائمی سکون کے لیے معاف کرنا سیکھیں)		04
خدا کو کیوں مانیں؟ اور مذہب کو کیوں اپنائیں؟	مرتبہ: نازیہ عبدالستار	06
عصرِ حاضر میں سیرۃ النبی ﷺ کی عملی اہمیت	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	15
محمد علی جناح سے قائداعظم بننے کا سفر	ڈاکٹر انیلہ مبشر	25
اعتکاف 2024ء: اساتذہ اور والدین کیلئے راہنمائی	ڈاکٹر فرح ناز	31
تعلیم و تربیت وقت کی اہم ضرورت	سمیہ اسلام	37
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	سعدیہ کریم	42
یومِ دفاعِ پاکستان	آمنہ ابرار	49
وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین	رابعہ فاطمہ	54
امن عامہ کی ضرورت و اہمیت	صدف مقبول	59
آپ ﷺ کے اسفار امت کیلئے سبق	عائشہ اسحاق	64
ربیع الاول پلان 2024ء لانچنگ تقریب	رپورٹ: عائشہ مبشر	70
الفیوضات المحمدیہ		73
گلدستہ: (صفائی کے آسان و مفید طریقے)	خدیجہ بتول	74

ایڈیٹر

ثناء وحید

ڈپٹی ایڈیٹر

نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ
ڈاکٹر نبیلہ اسحاق، ڈاکٹر شاہدہ مغل
ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز
مسز حلیمہ سعدیہ، مسز راضیہ نوید
سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، سعدیہ کریم، جویریہ سحر ش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سُمیّہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم گرافکس: عبدالسلام

فوٹوگرافی

قاضی محمود الاسلام

مجلہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کیے جاتے ہیں

ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہو گا

بدلِ اشتراک

قیمت فی شمارہ 60/- روپے

آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ 15 ڈالر

مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ 12 ڈالر

سالانہ خریداری 700/- روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info | E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ج وَ اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ (آل عمران، ۳: ۱۶۴)

’’بیشک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہی میں سے (عظمت والا) رسول (ﷺ) بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے○‘‘

ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ق وَ اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ○ (الجمعۃ، ۶۲: ۲)

’’وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک (باعظمت) رسول (ﷺ) کو بھیجا وہ اُن پر اُس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں۔ اور اُن (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں بیشک وہ لوگ اِن (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے○‘‘ (ترجمہ عرفان القرآن)

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَ بِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ○ (یونس، ۱۰: ۵۸)

’’فرما دیجیے: (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثتِ محمدی ﷺ کے ذریعے تم پر ہوا ہے) پس مسلمانوں کو چاہئے کہ اس پر خوشیاں منائیں، یہ اس (سارے مال و دولت) سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں○‘‘

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ أَبِی قَتَادَۃَ الْاَنصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ الإِثْنَیْنِ قَالَ ذَاکَ یَوم وُلِدْتُ فِیْہِ وَیَومٍ بُعِثْتُ أَوْ أُنْزِلَ عَلَیَّ فِیْہ.(مسلم، الصحیح، ۲ :۸۱۹، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلثه ایام من کل شهر، رقم: ۱۱۹۲)

’’حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسی روز میری ولادت ہوئی اسی روز میری بعثت ہوئی اور اسی روز میرے اوپر قرآن نازل کیا گیا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِکٍ ص قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَنْ صَلَّی عَلَيَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا وَمَنْ صَلَّی عَلَيَّ عَشْرًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ مِائَۃً وَمَنْ صَلَّی عَلَيَّ مِائَۃً کَتَبَ اللّٰہُ بَیْنَ عَیْنَیْہِ بَرَاءَۃً مِنَ النِّفَاقِ وَبَرَاءَۃً مِنَ النَّارِ وَأَسْکَنَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَعَ الشُّھَدَاءِ. رَوَاہُ الطَّبَرَانِيُّ. وَقَالَ الْھَیْثَمِيُّ: رِجَالُہُ ثِقَاتٌ. (أخرجه الطبرانی فی المعجم الأوسط، ۷/۱۸۸، الرقم: ۷۲۳۵)

’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتوں کا نزول فرماتا ہے اور جو شخص مجھ پر دس مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر سو رحمتیں نازل فرماتا ہے اور جو شخص مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے (ماتھے پر) دونوں آنکھوں کے درمیان منافقت اور آگ (دونوں) سے ہمیشہ کے لئے آزادی لکھ دیتا ہے اور روزِ قیامت اس کا قیام (اور درجہ) شہداء کے ساتھ ہوگا۔‘‘

خواب

ترا جوہر ہے نوری پاک ہے تو
فروغِ دیدۂ افلاک ہے تو
ترے صید زبوں افرشتہ و حور
کہ شاہین شہِ لولاکؐ ہے تو

(کلیاتِ اقبال، بالِ جبریل: ۶۸۳)

تعبیر

اگر ہم اس عظیم مملکت پاکستان کو خوش اور خوشحال بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی توجہ لوگوں اور بالخصوص غریب طبقے کی فلاح و بہبود پر مرکوز کرنی پڑے گی۔

(خطبہ صدارت دستور ساز اسمبلی، 1947ء)

تکمیل

جشن میلاد کے موقع پر محفلیں منعقد کرنا صدقہ و خیرات کرنا اور اس کے لیے جانی و مالی علمی و فکری غرضیکہ ہر قسم کی قربانی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے محبوب ﷺ کی خوشنودی کے حصول کے لیے دینی چاہیے، صدقہ و خیرات میں کثرت اور اظہار مسرت کے لیے بڑے بڑے جلوس اس بارگاہ میں باعث شرف قبولیت تب بنتے ہیں جب ان میں محبت و اخلاص شامل ہو۔

(فرمودات قائد انقلاب: 39)

اداریہ

دائمی سکون کے لئے معاف کرنا سیکھیں

تنگ نظری اور عدم برداشت نے ہماری سماجی زندگیوں کو زہر آلود کر دیا ہے۔ خاندان معاشرہ کا ایک بنیادی یونٹ ہے جو یکطرفہ پروپیگنڈا کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر سکون اور یکسوئی ختم ہو چکی ہے۔ کسی بھی ملک اور معاشرے کی ترقی اور خوشحالی پر سکون خاندانی زندگی کی مرہون منت ہے۔ خاندانی نظام کے اندر در آنے والی آلائشوں کی سماجی، اقتصادی وجوہات کے ساتھ ساتھ مناسب تعلیم و تربیت کا فقدان اور دین سے دوری ایک بڑی وجہ ہے۔ ہم دوسروں کے نقطہ نظر کو برداشت کرنے، معاف کرنے اور حُسنِ ظن رکھنے کی مصطفوی تعلیمات کو بھلا چکے ہیں۔ آج روایتی میڈیا اور سوشل میڈیا پر یہ شرمناک خبریں عام ہیں کہ ماں بیٹے کے ظلم اور ناروا سلوک سے تنگ آکر پولیس کی مدد مانگتی نظر آتی ہے۔ عمر رسیدہ باپ اولاد کی بے اعتنائی کے سبب اولڈ ہومز اور آرفن ہومز میں پناہ لے رہے ہیں۔ بھائی، بھائی کو قتل کر رہا ہے۔ دوست، احباب اور عزیز و اقارب معمولی اختلافات پر نسل در نسل مقدمے لڑتے ہیں اور اپنی صحت، وسائل اور زندگیاں لایعنی قانونی چارہ جوئی کی نذر کر دیتے ہیں۔ پاکستان کا معاشرہ اسلامی ہے۔ آج سے چار دہائیاں قبل خاندانی نظام میں اتنا استحکام ضرور تھا کہ گھریلو جھگڑے گھر کے بزرگ چار دیواری کے اندر افہام و تفہیم کے ساتھ نمٹا دیتے تھے مگر

آج ہماری فیملی کورٹس میں 80 فیصد سے زائد کیسز میاں بیوی کے جھگڑوں سے متعلق ہیں۔ والدین کے جھگڑوں کی وجہ سے سب سے زیادہ اولاد متاثر ہورہی ہے جسے ہم اپنی آئندہ نسلیں قرار دیتے ہیں۔ ہمارا میڈیا، علمائے کرام فروعی اختلافات پر اپنی توانائیاں صرف کررہے ہیں جبکہ ہمارے معاشرہ کو سب سے بڑا چیلنج خاندانی نظام کا تحفظ ہے۔ باہمی عزت واحترام کے جذبات کو فروغ دے کر ہم اخلاقی گراوٹ سے باہر نکل سکتے ہیں۔ اس حوالے سے تاجدار کائنات ﷺ نے نہایت شاندار انداز کے ساتھ اُمت کی راہ نمائی فرمائی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے انسان کی عزت میں اضافہ فرمادیتا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا اللہ خود نرمی فرمانے والا ہے اور ہر چیز میں نرمی پسند فرماتا ہے اور جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اُسے نرمی کی صفت سے نواز دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو لوگوں پر رحم نہ کرے اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔آپ ﷺ نے فرمایا آدمی اپنے حلم اور بردباری کے ذریعے دن کے روزہ دار اور رات کے عبادت گزار کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ایک حکمت ودانش سے بھرپور حدیث مبارکہ ہے کہ جو شخص غصہ دلائے جانے پر بھی غصہ میں نہ آئے اُس کے لئے اللہ کی محبت ضروری ہو جاتی ہے اور جو اللہ کی رضا کے لئے عاجزی وانکساری، نرمی اختیار کرتا ہے اللہ اُسے سربلند کردیتا ہے،ان واضح کلمات حکمت ونصیحت کے باوجود ہم نے معاف نہ کرنے والی بری عادت کو اپنی طبیعت کا حصہ بنا لیا ہے۔ ضد، ہٹ دھرمی، عدم برداشت وہ سماجی ومعاشرتی عوارض ہیں جن کا علاج شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری سیرت طیبہ کے مختلف گوشوں کو نمایاں کر کے کررہے ہیں۔ ہمارے ہر مادی وروحانی عارضہ کا علاج اسوہ رسول ﷺ میں ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ نے حال ہی میں برطانیہ، یورپ، ملائیشیا، ہانگ کانگ، سائوتھ کوریا، جاپان کا دورہ کیا اور ان ممالک میں عظیم الشان سیرت النبی ﷺ کانفرنسز سے خطاب کیا۔ شیخ الاسلام کے خطابات کا ایک ہی موضوع تھا آپ ﷺ کی حیات طیبہ اور آپ ﷺ کا اخلاق وکردار۔ جس دن من الحیث الجموع ہم نے اپنا ٹوٹا ہوا تعلق سیرت طیبہ سے جوڑ لیا ہمارا زوال ان شاءاللہ تعالیٰ کمال میں بدل جائے گا۔ ہم حالات نہیں بدل سکتے مگر اپنی سوچ اور خیالات کو ضرور بدل سکتے ہیں۔ سوچ کی تبدیلی ہی حالات کی تبدیلی کا سبب بنتی ہے۔آیئے اپنے احوال بدلنے کے لئے نفس کی اندھادھند پیروی کی بجائے اپنا رشتہ قرآن مجید اور سیرت مصطفی ﷺ سے مضبوط کریں۔

(ایڈیٹر دختران اسلام)

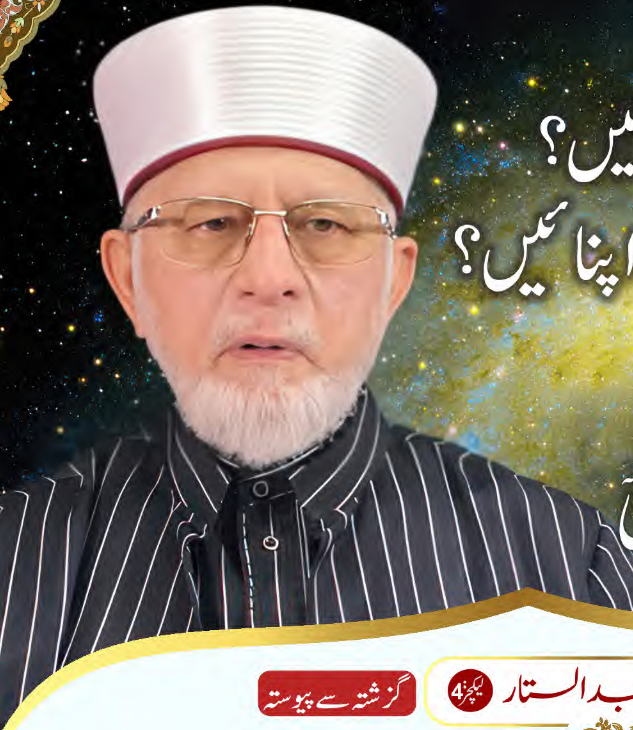

خدا کو کیوں مانیں؟ اور مذہب کو کیوں اپنائیں؟

خصوصی خطاب

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

لیکچر:4

گزشتہ سے پیوستہ

آقا علیہ السلام کی حدیث مبارکہ میں درج ہے کہ جنس کا تعین پہلے ہی لمحے میں ہو جاتا ہے۔ قرآن میں اس کا بیان ہے۔

وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى۔ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى۔ (النجم، ۵۳: ۴۵، ۴۶)

”اور یہ کہ اُسی نے نَر اور مادہ دو قِسموں کو پیدا کیا۔ نطفہ (ایک تولیدی قطرہ) سے جب کہ وہ (رَحمِ مادہ میں) ٹپکایا جاتا ہے“۔

اللہ وہ ہے جس خالق نے مرد، عورت دونوں قسموں کو پیدا کر دیا اسی نطفہ سے جب تولیدی قطرہ ماں کے رحم میں ٹپکا تھا۔ اس نطفہ کے بنتے ہی اس رب نے فیصلہ کر دیا کہ بیٹا ہے یا بیٹی۔

اللہ فرماتا ہے کہ مجھے مان لو جس طرح تمھیں پیدا کرتا ہوں اس طرح مرنے کے بعد تمھیں زندہ بھی کروں گا۔ سورہ عبس میں ہے:

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ۔ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ۔ مِنْ نُّطْفَةٍ ط خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ۔ (عبس، ۸۰: ۱۷۔۱۹)

”ہلاک ہو (وہ بد بخت منکر) انسان کیسا نا شکرا ہے (جو اتنی عظیم نعمت پا کر بھی اس کی قدر نہیں کرتا)۔ اللہ نے انسان کو نطفہ سے پیدا فرمایا، پھر ساتھ ہی اس کا (خواص و جنس کے لحاظ سے) تعین فرما دیا۔“

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کتنا ناشکرہ ہے میں نے کتنا کچھ اس کے لیے کر دیا پھر بھی وہ میری عظمت کی قدر نہیں کرتا۔ اے انسان! سوچ اللہ نے تجھے کس چیز سے پیدا کیا؟ تمھیں نطفہ زائیگوٹ سے پیدا کیا اور فوری، بغیر فاصلہ کے جنس کا تعین فرمادیا کہ بیٹا ہے، بیٹی ہے، کالا ہے، گورا ہے، قد لمبا ہے چھوٹا ہے عقل مند ہے یا نہیں ہے۔ جیسے ہی نطفہ ڈال دیا گیا ساتھ ہی خواص واجناس کا فیصلہ کر دیا۔ پوری منصوبہ بندی کر دی۔ سپرم اور اووم ملے اس سے تخلیق ہو گی۔ کروموسومز ملے اس سے جینیٹک پروگرامنگ ہو گی۔ جب انسانی زائیگوٹ بنا تو سارے کروموسومز آدھے باپ، دادا دادی کی طرف سے ملے آدھے ماں، نانی، نانا کی طرف سے آئے۔ ننھیال کی طرف اور ددیال کی طرف جینیٹک کروموسومز آئے۔ جو خوبیاں جسم و دماغ میں، رنگ و قد و قامت، مزاج و طبیعت میں جو کچھ دینا تھی اسی لمحے ساری پروگرامنگ کر دی۔ اللہ کو معلوم تھا کہ اس کو ڈاکٹر بنانا ہے، انجینئر بنانا ہے اسی پیشے کی صلاحیت دے دی، عالم بنانا ہے روحانی ذوق دینا ہے جو بعد میں اس فرد کی شخصیت میں ہمیں نظر آتا ہے۔ وہ زائیگوٹ بنتے ہی بغیر فاصلہ و وقفہ کے ساری جینیٹک پروگرامنگ کر دی۔ یہ نقطہ سائنس کو آج معلوم ہوا کہ زائیگوٹ میں ننھیال و ددھیال کی ساری خصلتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ سیل ایک ہی ہوتا ہے مگر ساری مطلوبہ خصلتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ اس نقطہ نظر کا بیان بھی قرآن میں ہے۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ۔ (الدھر، ۷۶: ۲)

" بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا فرمایا جسے ہم (تولد تک ایک مرحلہ سے دوسرے مرحلہ کی طرف) پلٹتے اور جانچتے رہتے ہیں۔"

ہم نے انسان کو ایسے نطفہ سے بنایا جس میں بہت ساری چیزوں کا اختلاط ہے۔ جو چیزیں سائنس کو اپنی تحقیق کے ساتھ آج معلوم ہوئیں ہیں۔ قرآن نے چودہ سال قبل اس کو بیان کر دیا۔

ڈاکٹر کیتھ مور بیان کرتے ہیں کہ میں نے قرآن میں سورۃ الزمر، ۳۹: ۶ کو پڑھا تو میں چکرا گیا۔ میرے پاس چارہ نہ رہا یہ ماننے کے سوا قرآن اللہ کی سچی کتاب ہے۔

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ م بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ۔ (الزمر، ۳۹: ۶)

" اُس نے تم سب کو ایک حیاتیاتی خلیہ سے پیدا فرمایا پھر اس سے اسی جیسا جوڑ بنایا پھر اُس نے تمہارے لیے جانوروں میں سے آٹھ (نر اور مادہ) جوڑے مہیا کیے، وہ تمہاری ماؤں کے رحموں میں ایک تخلیقی مرحلہ سے اگلے تخلیقی مرحلہ میں ترتیب کے

ساتھ تمہاری تشکیل کرتا ہے (اِس عمل کو) تین قِسم کے تاریک پردوں میں (مکمل فرماتا ہے)، یہی تمہارا پروردگار ہے جو سب قدرت و سلطنت کا مالک ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر (تخلیق کے یہ مخفی حقائق جان لینے کے بعد بھی) تم کہاں بھٹکے پھرتے ہو۔"

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک خلیہ سے پیدا کیا۔ بتایئے ایک خلیہ کا علم آقا علیہ السلام کو کس نے دیا تھا؟ کوئی ہے جو وحی بھیجتا اور اپنے پیغمبروں کو وہ علم دے دیتا ہے آنے والے صدیاں سائنسی تحقیقات کے بعد رفتہ رفتہ اس کی تصدیق کرتی چلی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں تخلیقی مرحلہ کے ساتھ تمھاری تشکیل فرماتا ہے۔ مرحلہ وار پہلے ایک مرحلہ میں تمھاری شکل بناتا ہے پھر اس کے بعد اگلے مرحلے میں منتقل کرتا ہے۔ گویا بچہ ماں کے پیٹ میں مرحلہ در مرحلہ ارتقاء و تخلیق کے عمل سے گزرتا ہے۔

ڈاکٹر کیتھ مور کہتے ہیں: "بچہ کی تخلیق کا ارتقاء مرحلہ در مرحلہ ہوتا ہے یہ علم پندرھویں صدی تک پوری کائنات انسانی کو نہیں تھا۔ سائنس دان تصدیق کر رہے ہیں کہ آقا علیہ السلام نے مرحلہ وار تخلیق کے علم کو سائنس کے علم سے 8 سو سال پہلے بیان کر دیا"۔ ڈاکٹر کیتھ مور کہتے ہیں کہ اس کا علم 20 ویں صدی تک بھی کسی کو معلوم نہیں تھا جبکہ سٹیٹر نے مائیکروسکوپ کے ذریعے پہلا سسٹم ڈویلپ کیا۔ 1941ء میں کہ وہ کون سے مرحلے ہیں جس سے بچہ گزر کر تشکیل پاتا ہے۔ جبکہ قرآن نے چودہ سو سال قبل تفصیل کے ساتھ ان مرحلوں کا ذکر کر دیا۔ اسی آیت کے حوالہ سے ڈاکٹر کیتھ مور کہتے ہیں۔ جب بچہ تشکیل پاتا ہے تو تین پردوں میں ہوتا ہے۔ مائیکروسکوپ سسٹم ایجاد ہونے سے پہلے پتہ نہیں تھا کہ کون سے تین پردے ہیں۔ 14 سو سال قبل اللہ کی کتاب اور اللہ کے نبی بتا رہے ہیں کہ بچہ ماں کے رحم میں تین پردوں میں تشکیل پاتا ہے۔ بعدازاں سائنس نے ثابت کر دیا کہ وہ تین پردے حق ہیں۔

ایک پردہ

ایک پردہ Interiar abdominal wall، دوسرا پردہ Uterine Wall، تیسرا پردہ Amniochorionic wall

ڈاکٹر کیتھ مور نے تین پردوں کے نام بتا دیئے جس کے اندر بچہ تشکیل پاتا ہے۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ انھوں نے میرے سامنے اظہار کیا کہ تین پردوں کی خبر تو 50 سال پہلے تک دنیا میں کسی سائنسدان کو نہیں تھی۔ چودہ صدی پہلے مسلمانوں کا قرآن مذکورہ تین پردوں کا ذکر کرتا ہے۔ ڈاکٹر کیتھ مور کے ساتھ جو کو آتھر ہیں انھوں نے بیان کیا کہ قرآن نے تخلیق کے درجات بیان کر رہے ہیں۔

فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ۔ (الحج،۲۲: ۵)

" پھر (حیاتیاتی ابتداء) ایک تولیدی قطرہ سے پھر (رِحمِ مادر کے اندر جونک کی صورت میں) معلق وجود سے۔"

یعنی پھر نطفہ کو علقہ بنا دیا۔ علقہ کہتے ہیں جیسے جونک ہوتی ہے۔ قرآن نے کہا کہ لیچ (جونک) کو رحم مادر میں معلق کر دیا endometrium جو یوٹرس کی لائننگ ہے اس کے ساتھ معلق کر دیا۔ اس کی شکل لیچ کی طرح ہو اس کو علقہ کہتے ہیں۔ ڈاکٹر کیتھ مور نے جب اس تخلیق کا اعلان کیا تو کینیڈا کے اخبار نے بڑی دلچسپ طرح کی خبریں لگائیں۔ خبروں کی سرخیاں یہ تھیں۔ قرآن کو کہا کہ "دعاؤں کی ایک کتاب میں انسانی تخلیق کے بارے میں حیرت انگیز انکشاف۔" آج کی سائنس کے مطابق قرآن کا نام نہیں لکھا تھا۔ ڈاکٹر کیتھ مور کے سارے پروفیسرز نے اکٹھے ہو کر ان کو کہا۔ آپ نے یہ کیا بات کر دی؟ یہ سب مسیحی لوگ تھے۔ انھوں نے کہا اگر تم نے مسلمانوں کے قرآن سے یہ بات ثابت کر دی ہے جس سے مسلمانوں کے مذہب کو تقویت پہنچ رہی ہے تو تم بائبل سے بھی ثابت کرو۔ اپنے مذہب کی بھی خدمت کرو۔

ڈاکٹر کیتھ مور نے کہا کہ میں سائنسدان ہوں میرا کام سچ بولنا ہے۔ قرآن میں سب کچھ ہے لیکن بائبل میں سائنسی حقائق نہیں ہیں۔ اس کے بعد اس کی یونیورسٹی کے ساتھی جو مذہب پر یقین نہیں رکھتے تھے جمع ہو گئے۔ آپ نے ان سے کہا مسلمانوں کے پیغمبر نے آج سے 14 سو سال پہلے سب کچھ قرآن میں بتا دیا ہے۔ وہ کہنے لگے یہ بھی ممکن ہے کہ انھوں نے اس وقت کسی عورت کا پیٹ پھاڑ کر رحم مادر میں دیکھ لیا ہو اور دیکھ کر قرآن میں لکھ دیا ہو، وہ ہنس پڑا وہ کہنے لگا پیٹ پھاڑنا تو ممکن ہے مگر جب زائیگوٹ بنتا ہے، علقہ بنتا ہے اور اگلی سٹیجز بنتی ہیں اتنی چھوٹی ہوتی ہیں کہ ننگی آنکھ سے نظر ہی نہیں آتیں۔ اتنی باریک چیزوں کی آنکھ کو خبر نہیں ہوتی۔ ورنہ سائنسدان کسی عورت کا پیٹ پھاڑ کر خود نکال لیتے اور تحقیق کر لیتے۔ سائنسدان کیوں 14 سو سال تک بیٹھے رہے؟ وہ اس لیے بیٹھے رہے کیونکہ مائیکروسکوپ ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بغیر زائیگوٹ، علقہ نظر ہی نہیں آتے۔ 1941ء میں مائیکروسکوپ کے ساتھ نیا سسٹم متعارف ہوا۔ اس سسٹم نے تحقیق کر کے آج بتایا کہ اس طرح تخلیق ہوتی ہے وہ خاموش ہو گئے۔ اس نے کہا مان لو کہ اللہ کی ذات کے سوا اور اللہ کی وحی ربانی کے سوا محمد مصطفی ﷺ کے سچے پیغمبر ہونے کے سوا قرآن اللہ کی سچی کتاب ہونے کے سوا کوئی جواب نہیں۔

ڈاکٹر کیتھ مور کہتا ہے کہ میں یونیورسٹی اور چرچز میں جاتا ہوں۔ قرآن مجید ہاتھ میں لے کر لیکچر دیتا ہوں۔ دنیا سنتی ہے اور دھنگ رہ جاتی ہے۔ آج تک کوئی سائنسدان، کوئی شخص اس کا انکار نہیں کر سکا۔

ڈاکٹر کیتھ مور نے اعراض کرنے والوں کو دلچسپ بات کہی یہ ہو سکتا ہے کہ مائیکروسکوپ کسی کے پاس 14 سو سال پہلے مکہ میں کسی کے گھر چھپی ہوئی پڑی ہو یا پھر وہ کسی سے ادھار لے آئے ہوں۔ اس کے ذریعے تحقیق کر کے قرآن میں معلومات لکھ دی ہوں۔ اس کے بعد مائیکروسکوپ توڑ دی ہو پھر 14 سو سال لوگوں کو ملی نہیں پھر بعد میں ایجاد ہوئی ہو اس نے کہا اگر سچائی کو نہیں مانیں گے تو اس طرح کی گپ ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر ہم نے اس علقہ کو جو جونک کی طرح ہے اس کا لوتھڑا بنا دیا جو دیکھنے میں یوں لگتا ہے کہ اس کو دانتوں سے چپایا گیا ہو۔ اب کس نے 14 سو سال قبل تاجدار کائنات ﷺ کو بتا دیا تھا کہ نطفہ کے بعد علقہ پھر مضغہ کی شکل یہ ہو گئی۔ اگر اللہ کی ذات نہیں ہے تو بتانے والا کون تھا سمجھا دیا جائے؟ اگر قرآن مجید اللہ کی سچی کتاب نہیں تو ان باتوں کو سوال کا جواب دے دیا جائے؟

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک بہت بڑی کائنات علم، معرفت و حق کی دی ہے اس سے نہیں بھاگنا چاہیے جو لوگ مغالطے میں ہیں ان کا عالم تو یہ ہے میں نے سیکس ڈیٹرمینیشن سمجھائی کہ پہلے لمحے ہی جنس متعین کر دی جاتی ہے یہ قانون قدرت ہے۔ آپ کو کہتے ہیں کہ نا خدا کو مانیں نہ رسول کو مانیں۔ اسلام، مذہب اور دین اسلام کو سب کو چھوڑ دیں صرف قانون قدرت کو مانیں۔

یہاں پر ایک دلچسپ سوال ہے آپ کو کہتے ہیں کہ قانون قدرت کو مانیں میں نے آپ کو بتا دیا کہ تخلیق پہلے ہی لمحے فیصلہ ہو جاتا ہے کہ لڑکا ہے یا لڑکی ہے۔ یہ قانون قدرت ہے آپ اور میں فیصلہ نہیں کرتے۔ مگر جو لوگ ایسا انتشار اور لادینیت پھیلا رہے ہیں وہ پوری مغربی دنیا میں کیا پڑھا رہے ہیں وہ فکری فتنہ پاکستان، مسلمان ملکوں میں بھی پڑھایا جا رہا ہے۔ چند سالوں کا انتظار کریں۔ میری آج کی بات کو لکھ کر رکھ لیں کہ یہ فتنہ موجود ہو گا۔ پاکستان کے سکولوں میں بچے یہ کفر سیکھ کر آئیں گے جو مغربی دنیا میں پڑھایا جا رہا ہے کیونکہ ہم مغربی دنیا کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ ہم اندھے ہیں جو مغرب سے ملتا ہے حق، سچ، جھوٹ، باطل دیکھے بغیر اس کی پیروی کرتے ہیں۔ ہم احساس کمتری کا شکار ہیں، گورے ہمیں اونچے نظر آتے محسوس ہوتے ہیں۔ ہم بھورے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ ہم کمتر ہیں۔ غلامی ابھی تک ہمارے ذہنوں سے نہیں نکلی جو یہاں سے بتایا جا رہا ہے سمجھتے ہیں حق ہے جو اسلام نے بتا دیا اس سے ہم نے توجہ ہٹا دی۔

مغربی دنیا میں بچوں کو یہ پڑھایا جاتا ہے کہ یہ فیصلہ کرنا تمھارا اختیار ہے کہ تم مرد ہو یا عورت اپنی جنس خود متعین کرو۔ اس کو یہ پڑھایا جا رہا ہے کہ اگر تم لڑکی بننا چاہتے ہو تو اپنے آپ کو لڑکی سمجھو ضرورت نہیں ہے اپنے اعضا کو دیکھنے کی۔ ضرورت نہیں اپنی جنس کو دیکھنے کی وہ جنس جو قانون قدرت نے بنائی ہے۔ یہاں قانون قدرت کی مخالفت ہو رہی ہے، کیا قانون قدرت ایک کھلونا ہے کہ اعضاء کو جس طرح چاہا لگا دیا جہاں سے چاہا ہٹا دیا؟ لڑکے کو کہا جاتا ہے کہ اگر آپ کو لڑکی ہونا پسند ہے تو آج سے

اپنے آپ خود کو لڑکی سمجھو لیکن والدین کو بتانا ضروری نہیں۔ اپنے ذہن میں یہ بات پختہ کرنے لگ جاؤ کہ میں آج سے لڑکی ہوں۔ اس بات کا مطلب کیا ہے؟ لڑکی کو کہہ دیا جاتا ہے کہ اگر آپ کو لڑکا بننا پسند ہے تو آج سے لڑکوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا شروع کردو کہ تم لڑکا ہو۔ جب یہ آٹھ، دس سال کے بچے کے ذہن میں راسخ ہو جاتا ہے تو لڑکا اپنے آپ کو لڑکی سمجھتا ہے۔ لڑکی اپنے آپ کو لڑکا سمجھتی ہے۔ یاد رہے کہ اس فتنہ کے بعد حلال و حرام ختم ہو جائے گا، نہ قانون قدرت کی حرمت رہے گی، نہ جنس کی قدرت کی تقسیم رہے گی، نہ فیملی رہے گی، نہ شوہر و بیوی کی حیثیت رہی، نہ نکاح کا مقام برقرار رہے گا۔ سارا نظام اس فکر کے ذریعے تباہ کیا جارہا ہے۔

یہ بین الاقوامی ایجنڈا ہے خدا کے وجود کا انکار کیا جائے اور قرآن کا انکار کیا جائے۔ اللہ کے احکام کا انکار کروتا کہ مذہب کا انکار ہو۔ حلال و حرام کا انکار ہو، جنس کے تعین کا انکار ہو۔ چاہے لڑکے لڑکیاں بنتے چلے جائیں۔ لڑکیاں لڑکے بنتے چلے جائیں۔ جو چاہے لباس پہنیں آپس میں اختلاط کریں۔ آہستہ آہستہ فیملی نظام ختم ہو جائے۔ شادیاں ختم ہو جائیں۔ معاشرے کو منظم انداز میں اس طرف لے جایا جارہا ہے۔ ابھی تو ناخدائیت ہے۔ اس سے آگے اپنی جنس کا بھی انکار آنے والا ہے۔ لڑکا کہے گا میں لڑکی ہوں خدا کے وجود کا انکار ہے۔ کون ہوتا ہے فیصلہ سنانے والا۔ میری مرضی، میں لڑکا بننا چاہوں یا لڑکی بننا چاہوں۔

مذکورہ بالا آیات میں تفصیل سے رحم مادر میں بچے کی تشکیل کے مراحل میں درجات کو بتا دیا گیا ہے کہ دانتوں سے چبائی لمبی بوٹی دکھائی دے رہی ہے یہ علم کس نے میرے آقا علیہ السلام کو سکھا دیا تھا۔ کس نے قرآن کو بتا دیا تھا۔ اس کا جواب تاریخ انسانیت میں سوائے اللہ کی وحی اور پیغمبر ﷺ کی ذات کے کوئی دے سکتا ہے؟ تصاویر تو 1941ء میں مائیکروسکوپ نے اب دی ہیں۔ ایک ایک چیز کی تفصیل چودہ سو سال پہلے قرآن نے دے دی ہے۔

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ (المومنون، ۲۳: ۱۴)

"پھر ہم نے اس نطفہ کو (رحمِ مادر کے اندر جونک کی صورت میں) معلّق وجود بنا دیا، پھر ہم نے اس معلّق وجود کو ایک (ایسا) لوتھڑا بنا دیا جو دانتوں سے چبایا ہوا لگتا ہے، پھر ہم نے اس لوتھڑے سے ہڈیوں کا ڈھانچہ بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت (اور پٹھے) چڑھائے، پھر ہم نے اسے تخلیق کی دوسری صورت میں (بدل کر تدریجاً) نشوونما دی، پھر (اس) اللہ نے (اسے) بڑھا (کر محکم وجود بنا) دیا جو سب سے بہتر پیدا فرمانے والا ہے۔"

پھر ان ہڈیوں پر گوشت اور پٹھے چڑھا دیئے یہ ترتیب کے ساتھ بیان ہو رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کس نے معلومات فراہم کیں کہ اس طرح ترتیب سے بچے کی نشوونما ہوتی ہے۔ آج سے چودہ سو سال قبل کس خوردبین سے دیکھا گیا تھا کہ پورا ایک بچہ اس طرح وجود میں آتا ہے؟ قرآن کہتا ہے کہ ایسی سٹیج آتی ہے مضغة فخلة غیر مخلقة دو قسموں کی شکل ہوتی ہے۔ کچھ حصہ ایسا ہوتا ہے جو پہچانا جا سکتا ہے۔ کچھ اعضا نہیں پہچانے جا سکتے۔ ایک سٹیج ایسی آتی ہے کہ پہچان نہیں ہوتی کہ انسان کا ایمبریو ہے یا مرغی کے بچے کے کچھ اعضا کی طرح بکھرے ہوئے ہیں کچھ اعضا بند ہوتے ہیں جن کی شکل ابھی نہیں بنی ہوتی۔ آج مائیکروسکوپ نے وہ تصویر بھی دکھا دی ہے۔

ثُمَّ مِنۡ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنۡ مُّضۡغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيۡرِ مُخَلَّقَةٍ۔ (الحج، ۲۲: ۵)

"پھر (رِحمِ مادر کے اندر جونک کی صورت میں) معلّق وجود سے پھر ایک (ایسے) لوتھڑے سے جو دانتوں سے چبایا ہوا لگتا ہے۔"

ہم اسے علقہ سے مضغہ بناتے ہیں۔ اس پر ایک سٹیج ایسی آتی ہے اس پر دانتوں سے چبائے ہوئے لوتھڑے پر بعض اعضاء نمایاں ہو چکے ہوتے ہیں۔ بعض اپنی خلق میں نمایاں نہیں ہوئے ہوتے یہ جو اللہ رب العزت نے فرمایا کچھ اعضاء نمایاں ہو جاتے ہیں کچھ عرصہ ایسا گزرتا ہے جہاں پہچان نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی انسانی اعضاء نکال کر باہر رکھ دے تو مائیکروسکوپ بھی نہیں بتا سکتی کہ انسان کے بچے کا ایمبریو ہے یا فلاں فلاں چیز کا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ یہ معلومات اللہ کے رسول اللہ ﷺ کو کس نے بتا دی تھیں؟ اس پر ایمبریالوجسٹ ڈاکٹر کیتھ مور چونک اٹھے جب ان کی کتاب The Human development کا پانچواں ایڈیشن آیا اس کا مقدمہ لکھا اس کے اندر انھوں نے

قرآن مجید کے سارے حوالے دے دیئے۔ ملاقات کے دوران مجھے اپنے پانچویں ایڈیشن کی کاپی دی اور اپنے آرٹیکل الگ سے دکھائے۔

مرحلہ وار انسان کی تشکیل ہوتی ہے۔ انسان کا ایمبریو چھوٹا سا انسان بنتا ہے۔ اس میں ایمبریونک ڈویلپمنٹ کی سٹیجز بیان کی اس میں جو دلچسپ چیز ہے جس پر مغربی دنیا کے سائنسدان حیران ہیں۔ ڈاکٹر کیتھ مور اور ان کے پروفیسرز نے لکھا یہ ایک آیت ہے اس میں جو جو مرحلے انسان کی تبدیلی کے آتے ہیں وہ بیان کیے گئے ہیں۔ جو تبدیلیاں تھوڑے تھوڑے ٹائم کے بعد ہوتی ہیں اس کا ذکر ''فا'' کے ساتھ کیا ہے۔ مخلقنا العلقہ جو تیزی کے ساتھ تبدیلیاں ہوتی ہیں وہاں ''فا'' لگایا ہے۔ ''فا'' جب لگے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے فوری بعد ہم نے یہ بنادیا اس کے فوری بعد ہم نے اس کو اس مرحلے میں داخل کر دیا۔ جن مرحلوں میں تبدیلی میں زیادہ ٹائم لگتا ہے۔ کئی ہفتے لگتے ہیں اس کا ذکر قرآن مجید نے ثم کے ساتھ کیا اس کے بعد ہم نے یہ بنایا:

ثُمَّ جَعَلۡنٰهُ نُطۡفَةً فِیۡ قَرَارٍ مَّكِیۡنٍ۔ (المومنون، ۲۳: ۱۳)

'' پھر اسے نطفہ (تولیدی قطرہ) بنا کر ایک مضبوط جگہ (رحم مادر) میں رکھا۔''

تین بار ایک ہی آیت میں ثم کہا۔ جس میں زیادہ وقت لگتا ہے اس کا بیان ثم جو مرحلے تیزی کے ساتھ تبدیل ہوتے ہیں۔ وہ تین مرحلے ہیں ان میں ''فا'' ''فا'' کہا مرحلہ وار نشوونما بڑھ رہی ہے۔ کہیں فا کے ساتھ بیان کیا ہے کہیں ثم کا ساتھ بیان کرنا فرق کرنے کے لیے کہ ان میں وقت فاصلہ بہت کم ہے۔ یہ یہ مرحلے وہ ہیں جہاں کافی دن اور ہفتے لگتے ہیں۔ اب سوچیئے کہ یہ تقسیم و تفریق قرآن مجید کو کس نے بتادی یہ وضاحت کے ساتھ معلومات اللہ کے رسول ﷺ کو کس نے بتادیں؟

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـِٕدَةَ قَلِیۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ۔ (السجدہ، ۳۲: ۹)

'' پھر اس (میں اعضاء) کو درست کیا اور اس میں اپنی روحِ (حیات) پھونکی اور تمہارے لئے (رحمِ مادر ہی میں پہلے) کان اور (پھر) آنکھیں اور (پھر) دل و دماغ بنائے، تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو۔''

ارشاد فرمایا اللہ پاک نے جب اعضاء بنائے۔ اعضاء میں کانوں اور آنکھوں کا ذکر کیا۔ ہر جگہ ذکر کیا کان پہلے بنائے آنکھیں بعد میں بنائی۔ سورۃ النحل میں کہا۔ تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں بنایا اور تمھارے لیے کان اور آنکھیں بنائیں۔ سورۃ الملک میں فرمایا جو تمھیں ماں کے پیٹ میں درجہ بدرجہ آہستہ آہستہ نشوونما دیتی ہے جہاں بھی قرآن مجید میں ذکر کیا کان کا پہلے آنکھ کا بعد میں کیا۔ کسی ایک جگہ

ترتیب نہیں بدلی۔ اس کا مطلب ہے ماں کے پیٹ میں بچے کے کان بننے کا عمل پہلے شروع ہوتا ہے۔ آنکھ بننا اس کے بعد شروع ہوتی ہے۔ تھوڑا سا فرق ہوتا ہے۔ جب کان کے اندرونی پردے بن رہے ہیں۔ آنکھ کا اندرونی پردہ بن رہا ہے، تھوڑا سا فرق ہے یہ کس نے تاجدار کائنات کو بتادیا کس نے بتادیا قرآن پاک کو اگر اللہ کی ذات نہیں ہے؟ آج کی ریسرچ بتاتی ہے کہ بچہ پانچویں مہینے میں ماں کے پیٹ میں سننا شروع کردیتا ہے۔ ماں کے دل کی دھڑکن سنتا ہے۔ انتڑیوں کی آواز سنتا ہے۔ تیسرے ہفتہ کے آخری حصہ میں کانوں کے اندرونی پردے کا آغاز ہوجاتا ہے۔ اس کے برعکس آنکھوں کا پردہ چوتھے ہفتہ میں شروع ہوتا ہے۔ ایک ہفتہ کا فرق ہے اکٹھی نشوونما ہورہی ہے، کس نے بتایا یہ فرق میرے آقا علیہ السلام کو کس نے بتایا یہ فرق قرآن مجید کو اگر خدا کی ذات کا وجود نہیں ہے اگر علم اتارنے والی اللہ کی ذات نہیں کون ہے وہ جو اس چیز سے آگاہی دینے والا۔ آگے آگے کان، پیچھے پیچھے آنکھ چلتی ہے اپنی تشکیل وفعالیت کے اعتبار سے حتی کہ بچہ اپنے پیدا ہونے سے 16 ہفتہ پہلے آوازوں کو سننے لگ جاتا ہے۔ تقریباً 4 مہینے پہلے آج سے چودہ سو سال قبل سمع تقدم کا بصری رفتار پر کس نے علم دے دیا تھا؟

یہ سارا کچھ بیان کرکے ڈاکٹر کیتھ مور نے اپنا نتیجہ نکالا جتنی تفصیلات انسان کے وجود کی ترقی اور نشوونما کی ماں کے پیٹ میں قرآن نے بیان کردی ہے۔ ہم سائنسدان ہونے کے ناطے اس صدی میں جب قرآن آپ ﷺ نے انسانیت کو دیا اس کا جاننا ممکن نہیں تھا۔ 14 سو سال قبل کو چھوڑیں، آج سے 100 سال قبل بھی ممکن نہیں تھا۔ کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

آج ہم بیان کر سکتے ہیں کیونکہ سائنس کی بدولت آج ہماری کتابوں میں علم آگیا ہے مگر کتابوں میں یہ علم آئے ہوئے 80 سال ہوئے ہیں۔ 14 سو سال پہلے معلومات کا اتنی وضاحت سے بتادینا ایک اہم سوال ہے۔ ڈاکٹر کیتھ مور کہتے ہیں: ’’یہ بات طے شدہ ہے جو قرآن میں بیان ہوئیں یہ تعلیمات کسی لحاظ سے بھی حضور علیہ السلام کی بعثت کے زمانے میں ساتویں صدی عیسوی میں سائنسی علم کے ذریعے ممکن نہیں تھیں۔ ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہیں۔ کہ یہ وحی ربانی تھی جو اللہ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر نازل کی تھی۔ اگر یہ وحی نہ ہوتی تو کوئی یہ تفصیلات بتا نہیں سکتا تھا کیونکہ اس وقت سائنس کے آلات موجود ہی نہیں تھے۔ لہٰذا اللہ کی وحی حق ہے۔ اس کے پیغمبر نبی آخر الزمان برحق ہیں جو کچھ اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا صحت کے ساتھ اس کی تصدیق وتائید آج سائنس نے کردی ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری فرماتے ہیں: میں سمجھتا ہوں جتنی خدمت سائنس نے کردی ہے دین، قرآن اور سنت نبوی ﷺ کی شاید ہی کسی اور سبجیکٹ نے کی ہو۔ سائنس شہادتیں دیتی جارہی ہے قرآن کے سچ ہونے کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حق ہونے کی، دین اسلام کے برحق ہونے کی۔

عصرِ حاضر میں سیرۃ النبی ﷺ کی عملی اہمیت

ڈاکٹر نعیم انور نعمانی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (النساء، 4: 136)

"اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔"

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

فامنوا باللہ و رسولہ النبی الامی۔

"سو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ جو شان امیت کا حامل ہے۔"

امی کا معنی ہے وہ رسول جو اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں پڑھا مگر جمیع خلق میں سب سے زیادہ جانتا ہے کفر و شرک کے معاشرے میں جوان ہوا مگر بطن مادر سے نکلے ہوئے بچے کی طرح معصوم اور پاکیزہ ہے۔ اس رسول امی پر ایمان لاؤ۔

ایمان لانے والوں کے لیے ایمان لانے کا مفہوم

اب یہاں یہ بات قابل توجہ ہے وہ لوگ جو پہلے ہی ایمان لا چکے ہیں، ان کو کہا جا رہا ہے یاایھا الذین امنوا، امنوا باللہ ورسولہ اے ایمان لانے والو۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ وہ تو پہلے ہی ایمان لا چکے

ہیں۔اب دوبارہ ان کے ایمان لانے کا مطلب کیا ہے۔امنوا والوں کو دوبارہ امنوا کا حکم کیوں دیا جا رہا ہے جو پہلے ہی ایمان لا چکے ہیں۔اب دوبارہ ایمان کیا لائیں۔اس حوالے سے یہ بات ذہن نشین کر لیں۔

ایمان لانے والوں سے دوبارہ تقاضا ایمان اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اصل ایمان کے مطابق کامل اطاعت کا حکم ہے کہ تمہارا ایمان کامل ایمان کی صورت میں اس وقت ڈھلے گا جب تمہارے دل میں جو ایمان ہے وہ عمل بن کر تمہارے وجود میں بھی عیاں ہو دل کا ایمان عمل کی صورت میں ظاہراً ایک حقیقت کردار بنے۔ دل کا اقرار ایمان، عمل کی دنیا کا عملی اظہار بنے۔ ایمان لانے کا فقط اعلان نہ ہو بلکہ ایمان لانے کا عملی اظہار کردار مومن بنے۔

ایمان کو عمل کی دنیا میں متشکل کرنے کا نام اطاعت ہے۔ ایک مسلمان کو اپنی زندگی میں دو اطاعتوں کو غیر مشروط پر اپنی زندگی میں اختیار کرنا ہے، ایک اللہ کی اطاعت ہے اور دوسری رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے اور ان دونوں اطاعتوں کی حیثیت اپنی جگہ مستقل ہے۔ یہ دونوں اطاعتیں عمل کی دنیا میں قرآن اور حدیث و سنت رسول کی صورت میں دکھائی دیتی ہیں۔

ان دونوں اطاعتوں کا ذکر کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔

”اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو۔“ (النساء، 4: 59)

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، سیرت کی پیروی ہے

باری تعالیٰ اس آیت کریمہ کے ذریعے ایمان کو عملی حقیقت دینے کے لیے اپنی اطاعت کا حکم دے رہا ہے اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دے رہا ہے۔ اس آیت میں لفظ اطیعوا کا تکرار اس بات کو عیاں کر رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی مستقل بالذات ہے۔ دونوں اطاعتیں ایک مسلمان اور ایک مومن پر فرض اور واجب ہیں۔ اطاعت خواہ خدا کی ہو اور اطاعت خواہ مصطفی ﷺ کی ہو۔ دونوں اطاعتوں کا عملی نمونہ ایک ہے اور وہ ہے سیرۃ الرسول، سیرت النبی، اسوہ رسول، اسوہ حسنہ۔ اسوہ و سیرت الرسول کے بغیر اطاعت الٰہی کی کوئی عملی صورت نہیں ہے۔ گویا اسوہ رسول کو اختیار کرنا اور سیرت الرسول پر عمل کرنا اطاعت الٰہی کو اختیار کرنا ہے۔ اس لیے باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اپنے بندوں کو راہنمائی دیتا ہے کہ اس کے ہر حکم کی اطاعت کی عملی صورت اسوہ رسول ہے، اس اسوہ رسول کو ہر ایمان والے شخص نے اختیار کرنا ہے۔ اس لیے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (الاحزاب، 33: 21)

”رسول اللہ کی ذات و سیرت عمل اطاعت کے باب میں تمہارے لیے بہترین اسوہ اور نمونہ عمل ہے۔“

جو اللہ کا حکم اطاعت ہے وہی رسول اللہ ﷺ کا حکم اطاعت ہے جو حکم باری تعالیٰ قرآن میں رسول اللہ ﷺ کے ذریعے اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے وہی حکم رسول اللہ ﷺ سے بھی اپنی امت کو دیتے ہیں۔ اس لیے اللہ کا حکم اور رسول اللہ ﷺ کا حکم جدا نہیں ہیں۔ وہ دونوں اپنی حقیقت میں ایک ہیں مگر اس حکم الٰہی کی عملی حقیقت صرف اور صرف سیرت النبی ہے۔

حکم اطاعت اور سیرت رسول ﷺ

آیئے اب ہم قرآن سے حکم اطاعت اور اس کا عملی اظہار سیرت کے تناظر میں دیکھیں اور جانیں۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا۔ (النساء، 4: 36)

”اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔“

اب رسول اللہ ﷺ نے امت کو تعلیم توحید یہ دی ہے انسان اپنی ساری حیات میں ھو اللہ احد کا قائل رہے اور اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے میں اسی کی طرف مائل رہے اور توحید الوہیت، توحید ربوبیت میں اس کا عقیدہ ہمیشہ واذکر اسم ربك وتبطل اليه تبتيلا کا ہو۔

اب اس حکم اطاعت کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی سیرت بنایا۔ امت کو اپنی سیرت یہ سمجھائی کسی بھی غیر اللہ کی عبادت نہ کرنا، کسی کو بھی اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا۔ اس لیے کہ اللہ کا کوئی شریک کسی بھی حوالے سے ہے ہی نہیں وہ رب اپنی ذات اور صفات میں شرک سے پاک ہے لیس کمثلہ شئ اس کی کوئی مثل نہیں ہے۔

حکم انفاق اور سیرت النبی ﷺ

انفاق کے باب میں حکم اطاعت یہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ۔ (البقرہ، 2: 254)

”اے ایمان والو! جو کچھ ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔“

انفقوا مما رزقنکم اللہ نے انسان کو جو جو نعمتیں دی ہیں۔ مال کی نعمت، علم کی دولت، صحت کی نعمت، ہنر و فن کی صلاحیت، کسی بھی شعبے میں قابلیت و استبداد کی نعمت۔ اب اس آیت کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی سیرت بنایا۔ اللہ کی نعمتوں کو اللہ کی رضا کی خاطر خرچ کیا اور اب رسول اللہ ﷺ

کی سیرت پر عمل یہ ہے ایک مسلمان اپنے پاس میں جو جو نعمتیں رکھتا ہے۔ رسول اللہ کی پیروی میں اسے اللہ کے بندوں پر خرچ کرتا جائے۔ اپنی ہر نعمت اور ہر صلاحیت سے مخلوق خدا اور امت مصطفی کو فائدہ و نفع پہنچائے تو یہ اس کا سیرت پر عمل کرنا ہے۔

حکم عدل وانصاف اور سیرت رسول ﷺ

اب عدل کے باب حکم اطاعت یہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِعۡدِلُوۡاقف هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی۔ (المائدۃ،5: 8)

”عدل وانصاف اختیار کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔“

فَاعۡدِلُوۡا وَلَوۡ کَانَ ذَا قُرۡبٰی۔ (الانعام،6: 152)

”انصاف اختیار کرو اس سلسلے میں رشتے اور دوستیوں کو آڑے نہ آنے دو۔“

اس لیے انصاف ہر حال میں کرتے رہنا تمہارے لیے اللہ کا حکم ہے اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیم ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ۔ (النحل،16: 90)

”اللہ تم کو عدل اور بھلائی کا حکم دیتا ہے۔“

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاَقۡسِطُوۡا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ۔ (الحجرات،49: 9)

”ہمیشہ انصاف کرتے رہو، اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند بھی کرتا ہے اور انصاف کرنے والوں کی مدد بھی کرتا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کی سیرت اس باب میں یہ ہے کہ آپ نے اپنی ساری حیات میں عدل وانصاف کی اقدار کو فروغ دیا۔ عدل وانصاف کے طرز عمل میں کسی کے جاہ ومنصب کسی کی بھی رشتے داری اور تعلق داری اور کسی بھی معاشرتی مجبوری اور کسی بھی ظالم و مستبد کو رکاوٹ نہیں بننے دیا اور اپنی سیرت یہ دی کہ عدل وانصاف کے باب میں اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتیں تو ان کے بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا۔ آج ہمارا سیرت پر عمل یہ ہے ہم عدل کی مٹی ہوئی قدروں کو بحال کریں۔ آج عدل،، خود عدل کی تلاش میں ہے۔ آج انصاف خود اپنی جستجو میں ہے۔ ہمیں عدل وانصاف کو آج اپنی سیرت بنانا ہے۔ کوئی ہماری قلم عدل اور کوئی بھی ہماری زبان انصاف کو نہ خرید سکے نہ دبا سکے۔ یہی سیرت پر عمل ہے اور یہی آج ہم سے سیرت الرسول تقاضا کرتی ہے۔

ادائیگی امانت اور نمونہ سیرت

ادائیگی امانت کے باب میں حکم اطاعت یہ ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا۔ (النساء4: 58)

"بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہی لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں۔"

انسان کی ساری حیات ایک امانت ہے۔ ہماری زندگی ہمارے پاس اللہ کی امانت ہے۔ اللہ نے یہ زندگی اپنی بندگی کے لیے ہمیں بطور امانت دی ہے۔ ہماری زندگی میں اللہ کی بندگی کس حد تک ہے یہ ہمیں غور کرنا ہے اور خود سوچنا ہے۔ زندگی کے امانت ہونے کا معنی یہ ہے انسان کی زندگی کا کوئی قول اور فعل اللہ کی بندگی اور اطاعت سے خالی نہ ہو۔

ہماری سوچ اور ہمارا عمل ادائیگی امانت کا سبب بنتا ہے۔ ادائیگی امانت کی شرط اہلیت ہے یہ حکم اطاعت ہے یہ اللہ اور

اس کا واضح حکم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے منصب رسالت کو بھی ایک امانت جانا ہے اور خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر تمام صحابہ کرامؓ سے پوچھا:

ھل بلغت ھل بلغت

کیا میں نے تم تک اللہ کی امانت، پیغام رسالت اور پیغام خداوندی کو پہنچا دیا ہے۔ سب نے گواہی دی آپ نے وہ پیغام حق پہنچا دیا ہے رسول اللہ ﷺ نے امانت کو اس کے اہل تک پہنچانے کو اپنی سیرت بنایا۔ آج امت پر ادائیگی امانت میں سیرت الرسول ﷺ یہ ہے ہم ادائیگی امانت میں کوئی کوتاہی نہ کریں۔ کسی قسم کی غفلت کا مظاہرہ نہ کریں۔ امانت خواہ مشورے کی صورت میں ہو، خواہ رائے دہی کی صورت میں ہو، خواہ سچ کے اظہار کی صورت میں ہو، خواہ ووٹ کی صورت میں۔ ہماری رائے، ہماری ووٹ، ہماری سوچ کو کوئی خرید نہ سکے، کوئی دباؤ کے ذریعے نقوش سیرت سے ہٹا نہ سکے۔ کوئی برادری ازم کے تحت ہماری ووٹ کا مالک نہ بن سکے۔ جس کو ہم حق سمجھیں، جس کو ہم سچا جانیں، جس رائے کو ہم صائب تصور کریں جس موقف کو ہم صدق سمجھیں وہی ادائیگی امانت بن کر اہل و قابل تک پہنچنے کے لیے ہماری سیرت بنے تو ہمارا یہی طرز عمل سیرت الرسول پر عمل کرنا ہے۔

کاروبار و تجارت اور اسوہ رسول ﷺ

حکم اطاعت ہے کہ ہم ہر حال میں ناپ و تول کو پورا رکھیں، وزن میں کسی قسم کی کمی نہ کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ۔ (الانعام، 6: 152)

’’اور پیمانے اور ترازو (یعنی ناپ اور تول) کو انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو۔‘‘

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

فَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ۔ (الاعراف، 7: 85)

’’سو تم ماپ اور تول پورے کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو۔‘‘

خرید و فروخت کرتے وقت ماپ و تول پر انصاف کو قائم کرنا، حکم اطاعت ہے۔ اللہ کا بھی یہی حکم ہے اور رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی حکم ہے۔ لوگوں کے ساتھ دھوکہ نہ کیا جائے اور ان کو فراڈ کے ذریعے نقصان نہ پہنچایا جائے اور ان کے مال کے بدلے میں اشیاء تھوڑی اور ہلکی نہ دی جائیں۔ خود کو زیادہ نفع پہنچانے کے لیے دوسرے کو نقصان نہ دیا جائے۔

صحابہ کرامؓ نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اس حکم اوفوا الکیل والمیزان پر عمل کیا ہے اور اس حکم کو اپنا عمل بنایا ہے یہ حکم جب ان کے عمل میں ڈھلا تو خود بخود خوشبو کی طرح ایک روشن کردار بن کر ہر سو پھیل گیا، اس عمل نے دوسرے انسانوں کو متاثر کیا یوں وہ اس کردار کے ظہور سے اسلام کے دائرے میں آگئے، اہل اسلام کا یہ کردار جب ان کی سیرت بنا دوسرے لوگ ان کی اس سیرت کی وجہ سے سیرت مصطفی سے وابستہ ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں آگئے اور اسلام میں داخل ہوگئے۔

آج سیرت رسول ﷺ ہمیں یہ درس حیات دیتی ہے، حالات کچھ کے کچھ کیوں نہ ہو جائیں ہم ناپ تول میں کمی نہ کریں۔ لوگوں کو ملاوٹ شدہ چیزیں نہ بیچیں۔ اشیاء کی خرید و فروخت میں دھوکہ و دجل نہ کریں، دوسروں کو کسی قسم کا نقصان و خسارہ نہ دیں۔ ایسا تاجر بنیں اور ایسا کاروباری فرد بنیں جو امانتدار ہو اور دیانتدار ہو، دھوکہ باز نہ ہو اور دجل پرور نہ ہو اور دجال ساز نہ ہو۔ اسی کردار کو اپنانا آج سیرت رسول ﷺ پر عمل کرنا ہے۔

انسانی جان کی حفاظت اور سیرت الرسول ﷺ

انسانی جان کی حفاظت، تقدس، احترام اور اکرام کے باب میں حکم اطاعت یہ ہے۔ ہر انسانی وجود ہمارے مسلمانی وجود سے محفوظ ہو، کسی انسان کو بلا وجہ ہم سے کوئی گزند نہ پہنچے کسی قسم کا کوئی نقصان و خسران نہ پہنچے۔ ہم انسان پرور ہوں انسان دشمن نہ ہوں، ہم سلامتی کی علامت ہوں دہشت کی علامت نہ ہوں، ہم امن پرور ہوں فساد پرور نہ ہوں۔ ہم انسانی خون کا احترام کرنے والے ہوں، انسانی خون کو

بہانے والے نہ ہوں۔اس لیے ہمارے لیے حکم اطاعت یہ ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ط وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا۔ (المائدۃ،5: 32)

”جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد انگیزی (کی سزا) کے بغیر (ناحق) قتل کر دیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا اور جس نے اسے (ناحق مرنے سے بچا کر) زندہ رکھا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو زندہ رکھا (یعنی اس نے حیاتِ انسانی کا اجتماعی نظام بچا لیا)۔“

اب انسانوں کو ناحق قتل نہ کرنا اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے،اسلام کی تعلیم دوسروں لوگوں کو قتل نہ کرنا ہے تعلیم قرآن اور سنت رسول دوسرے لوگوں کا خون نہ بہانا۔

قتل و غارت گری کی ممانعت اور سیرۃ النبی ﷺ

رسول اللہ ﷺ کی سیرت یہ ہے دوسرے لوگوں کا خون نہ بہایا جائے۔ صحابہ کرامؓ کی سیرت یہ ہے کہ لوگوں کا خون نہ بہایا جائے۔تابعین اور تبع تابعین اور جملہ اسلاف کی سیرت یہ ہے کہ کسی انسان اور کسی بھی مسلمان کا خون نہ بہایا جائے۔ایک طرف رب اپنے بندوں کہ کہہ رہا ہے دوسرے انسانوں کا ناحق خون نہ بہانا۔دوسری طرف رسول اللہ ﷺ اپنی امت کو یہ حکم دے رہے ہیں۔

لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض۔

”میرے بعد کفار جیسا طریقہ اختیار نہ کرنا اور ایک دوسرے کی گردنیں نہ مارنا۔“ (متفق علیہ)

میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں اڑا کر کافر نہ ہو جانا یا اللہ کا نافرمان نہ ہو جانا آج مسلمان وہ ہے جو تعلیم قرآن پر عمل کرتے جو سیرت رسول پر اپنی سیرت استوار کرے جس کا وجود ساری انسانیت کے لیے سلامتی اور خیر کا باعث ہو، جس کا وجود انسانیت کے نفع رساں ہو، جس کے وجود سے اسلام کے تشخص کو نقصان نہ پہنچے جس کی وجہ سے اسلام ساری دنیا میں رسوا نہ ہو۔ جس کا وجود اسلام کی عظمت اور رفعت کا باعث ہو، جس کے وجود سے کردار مسلم کی خوشبو آئے۔اس کردار مسلم کو اپنانا عصر حاضر میں سیرت الرسول ﷺ پر عمل کرنا ہے۔ کردار مسلم کی پہچان یہ ہے قرآن اسے بیان کرتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (آل عمران،3: 104)

”جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔“

یہ حکم اطاعت ہے۔ ہر مسلمان اس حکم کا پابند بنایا گیا ہے۔ یہی حکم اللہ کا ہے اور یہی حکم رسول اللہ ﷺ کا ہے کہ مسلمان وہ ہے جو یدعون الی الخیر جو خیر کی دعوت دیتا ہے۔ جو سلامتی کی دعوت دیتا ہے جو امن کی دیتا ہے، جو محبت و ایمان کی دعوت دیتا ہے، جو فوز و فلاح کی دعوت دیتا ہے، مسلمان داعی ہے خیر کا، مسلمان داعی ہے امن کا، مسلمان داعی ہے سلامتی کا مسلمان داعی ہے انسانی جان کے احترام کا مسلمان داعی ہے امن عالم کا۔

اس لیے ایک مسلمان کی سیرت رسول اللہ ﷺ نے یہی بنائی ہے اور اسی سیرت کی تعلیم دی ہے۔ اسی سیرت کو اپنانے کا حکم دیا ہے۔ کردار مسلم میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کی پیروی میں دو چیزیں نظر آتی ہیں۔ ویامرون بالمعروف وہ نیکی کا حکم دیتا ہے ہر امر پر اس کے وجود سے صادر ہوتا ہے ہر نیکی کا صدور اس کی ذات سے ہوتا ہے۔ ہر عمل خیر کا سرچشمہ اس کی ذات بنتی ہے۔

وینھون عن المنکر وہ مسلمان برائی سے لوگوں کو منع کرتا ہے، ظلم سے لوگوں کو روکتا ہے مظلوم کی مدد کرتا ہے۔ ظالم کو ظلم سے باز رکھتا ہے۔ وہ سیرت رسول میں ڈھل کر پیکر خیر بن جاتا ہے۔ وہ سیرت النبی ﷺ کی پیروی میں اپنی شناخت میں ہمیشہ نیکی کرنا اور ہمیشہ نیکی میں آگے بڑھتے رہنا بنالیتا ہے۔ اس لیے وہ اللہ کے اس حکم کو اپنے پیش نظر رکھتا ہے۔

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ۔ (البقرہ، 2: 148)

”سو تم نیک کاموں میں سبقت اختیار کیا کرو۔“

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (الحج، 22: 77)

”تم نیک کام کیا کرو یقیناً تم فلاح پا جاؤ گے۔“

وہ نیکی اور بر کو اپنا کردار اس لیے بناتا ہے۔ اسی میں فلاح اس میں کامیابی ہے۔

انسانی منفعت اور سیرت النبی ﷺ

اس کائنات میں انسان کی انسانیت خیر و نیکی کا نام ہے۔ دوسرے انسانوں کے ساتھ نیکی کرنا بھلائی کرنا، ان کو نفع پہنچانا، ان کو فائدہ دینا، ان سے اچھے سلوک سے پیش آنا ان کی کسی حاجت کو پورا کرنا ان کی کسی ضرورت کو پورا کرنا، ان کی تکلیف و اذیت کو دور کرنا، ان کی کسی مشکل کو ختم کرنا، ان کے لیے آسانی پیدا کرنا۔ یہ طرز سیرت کسی انسان میں انسانیت کا ہونا ہے۔ قرآن نے انسان کی اس انسانیت کو خیر کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خیر الناس من ینفع الناس۔

فرمایا تم میں سے اپنی سیرت میں سب سے اچھا انسان وہ ہے جو دوسرے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچائے۔

رسول اللہ ﷺ اپنے اس فرمان کے ذریعے سب سے اچھے مسلمان اور سب سے بہترین انسان کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ وہ ہے جو دوسرے لوگوں کے لیے منفعت کا باعث ہو جو دوسرے لوگوں کو نفع پہنچانے والا ہو، اس کا وجود دوسروں کے لیے سلامتی اور خیر کا باعث کا ہو۔ آج کے دور میں اس کردار کو اپنانا سیرت الرسول ﷺ پر عمل کرنا ہے۔

سیرت النبی ﷺ کی پیروی میں ہوائے نفس کا حملہ

آج کے موضوع کے حوالے سے سوال یہ ہے کہ ہماری سیرت، سیرت رسول ﷺ میں ڈھلتی کیوں نہیں۔ ایک مسلمان کی سیرت میں سیرت رسول ﷺ کی روشنی نظر کیوں نہیں آتی، ایک مومن رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا عملی پیکر بنا ہوا نظر کیوں نہیں آتا۔ کتابوں میں سیرت رسول ﷺ کے مظاہر کچھ اور ہیں اور عملاً مسلمان کے وجود میں سیرت کے آثار دکھائی نہیں دیتے۔ جن وجودوں میں سیرت کے یہ آثار دکھائی نہیں دیتے اس کی وجہ قرآن بیان کرتا ہے:

اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ۔ (الجاثیۃ، 45: 23)

''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی نفسانی خواہش کو معبود بنار کھا ہے۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لا یومن احدکم حتی یکون هواه تبعاً لما جئت به۔ (شرح السنه، 1: 213)

تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی ہوائے نفس کو میرے لیے ہوئے دین کے تابع نہ کرلے۔

آج ہماری ہوائے نفس ہم کو سیرت کی پیروی سے روکتی ہے۔ قرآن نے اس ہوائے نفس کے بارے میں کہہ دیا ہے کہ اس انسان نے اپنی ہوائے نفس کو معبود بنالیا ہے۔ ہم اس ہوائے نفس کے پجاری ہیں، ہوائے نفس آج ہم پر حاکم ہے اور ہم اس کے محکوم ہیں۔ اس ہوائے نفس کے اندرونی داعیات، باطنی داعیات، اندرونی عوامل ہر لحہ ہم کو سیرت رسول ﷺ سے دور لے جانے کے لیے ترغیب دیتے ہیں اور اس کے بیرونی داعیات، خارجی داعیات اور بیرونی عوامل بھی ہم کو سیرت الرسول ﷺ سے دور کرتے ہیں۔

ہماری حیثیت اس ہوائے نفس کے سامنے غلام کی سی ہے جو اس ہوائے نفس کے سامنے مجبور ہے۔ یہ ہوائے نفس ہی ہمارے اندر کا بت ہے جس کو ہم معبود بنا کر پوجتے ہیں۔ یہی ہوائے نفس کسی سے کرپشن کراتی ہے، کسی سے ظلم کراتی ہے، کسی کو چور اور ڈاکو بناتی ہے، کسی کو ظالم و فرعون بناتی ہے، کسی کو قاتل و رہزن بناتی ہے، کسی کو زانی و شرابی بناتی ہے، گناہ اور گناہ کے سارے داعیات اس ہوائے نفس کے میلے ہیں۔ ہم اپنی اس ہوائے نفس کو اپنے اطمینان کے لیے کبھی قانون کا سہارا دیتے ہیں، کبھی آئین کا تحفظ دیتے ہیں اور کبھی اسلام کا لبادہ اس کو پہناتے ہیں۔

آج مسلمان ہونا یہ ہے کہ ہم اپنی ہوائے نفس کو مسلمان کریں ہم اپنی ہوائے نفس کو رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے قالب میں ڈھالیں تو تبھی وجود مسلم عملاً وجود مسلم کی صورت میں نظر آئے گا۔ باری تعالیٰ ان افکار سیرت کو ہمیں زندگی میں اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد علی جناح سے قائداعظم بننے کا سفر

ڈاکٹر انیلہ مبشر

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ ایک عہد آفرین شخصیت کے مالک، عظیم قانون دان اور بلند پایہ مدبر تھے۔ آپ نے معمولی قوت، عمل، غیر متزلزل عزم و ہمت، اٹل قوت ارادی بے مثل استقلال و انتھک محنت سے پاکستان جسے خیالِ محض سمجھا جاتا تھا ایک زندہ و جاوید حقیقت بنا دیا۔ دس کروڑ اسلامیان ہند کو نہ صرف آزادی کا مژدہ سنایا بلکہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی جمہوری مملکت کا تحفہ بھی دیا۔ اس طرح انھوں نے صرف تاریخ کا دھارا تبدیل کیا بلکہ نقشہ عام کو بھی بدل کر رکھ دیا۔

قائداعظم محمد علی جناح کی جدوجہد حیات کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی کے ابتدائی ادوار سے ہی بلند ہمتی، عزم و استقلال اور جہد مسلسل کا درس سیکھ لیا تھا۔ آپ کا خاندان گجرات کا ٹھیاواڑ کے ایک گاؤں پانیلی میں آباد تھا۔ آپ کا تعلق خوجہ برادری سے تھا جو نچلے متوسط طبقے کے امن پسند تاجر تھے۔ پونجا بھائی کے تین بیٹے و جلی بھائی، ناتھو بھائی، جینا بھائی (جو بعد ازاں جناح بھائی کہلائے) اور ایک بیٹی مان بائی تھی۔ پونجا بھائی کے چھوٹے بیٹے جناح بھائی کو کاروبار کو وسعت دینے کی سچی لگن پانیلی گاؤں سے ایک بڑے تجارتی مرکز کراچی لے آئی۔

یہاں انھوں نے انگریزی زبان میں بات چیت کی استعداد حاصل کر لی بعد ازاں انگریزی لکھنا پڑھنا سیکھ لی۔ اس قابلیت کی بنا پر کراچی میں بہت سے انگریز تاجروں سے قریبی روابط استوار کر لیے۔

انھوں نے اپنی تجارت کو وسیع اور منافع بخش بنایا اور ایک فرم جناح پونجا اینڈ کمپنی قائم کرلی۔ جناح بھائی کی شادی اپنی ہی برادری کی ایک نیک صفت خاتون میٹھی بائی سے 1874ء میں کردی گئی۔ 25 دسمبر 1875ء کو اس نوجوان جوڑے کے ہاں پہلے بیٹے کی ولادت ہوئی۔ یہ بچہ خوبصورت، دبلا پتلا اور ہوشیار تھا۔ اس کی گہری چمکدار آنکھیں ذہین و فطین ہونے کی غماز تھیں۔ اس کا نام محمد علی جناح بھائی رکھا گیا۔ محترمہ فاطمہ جناح اپنی یادداشت پر مبنی ڈائری (My Brother) میں تحریر کرتی ہیں کہ میری والدہ محمد علی سے انتہائی محبت کرتی تھیں اور اس حقیقت کے باوجود کہ انھوں نے بعدازاں چھ اور بچوں کو جنم دیا۔ وہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک محمد علی سے سب سے زیادہ پیار کرتی رہیں۔ رحمت، مریم، احمد، علی، شیریں، فاطمہ، بندہ علی ان کے دیگر بچے تھے۔

محمد علی جناح بھائی کی والدہ میٹھی بائی مذہب سے بہت لگاؤ رکھتی تھیں۔ میٹھی بائی کو یقین کامل تھا کہ ایک عظیم مستقبل محمد علی جناح کا منتظر ہے۔ برکت کے لیے انھوں نے ننھے محمد علی کی روسم عقیقہ پانیلی کے قریب درگان حسن پیر میں ادا کی۔ اس امید کے ساتھ کہ بزرگ کی دعا سے محمد علی کا مستقبل تابناک اور روشن ہوگا۔ محترمہ فاطمہ جناح نے اپنے عزیز بھائی کے بچپن کے حالات بھی بیان کیے ہیں۔ چھ برس کی عمر میں ایک مدرس انہیں گجراتی پڑھانے گھر آتے تھے۔ گھر کے قریب سکول میں پڑھنے کا تجربہ اچھا نہ رہا تو انہیں سندھ مدرسۃ الاسلام بھیج دیا گیا۔ جس کی بنیاد حسن علی آفندی نے رکھی تھی۔ نوخیز عمری میں ان کا تعلیمی سلسلہ بار بار منقطع ہوتا رہا انہیں اس عمر میں حصول تعلیم کی بجائے عملی کھیل پسند تھے۔ والد کی خواہش تھی کہ بیٹا حساب کتاب میں طاق ہو جائے جو کاروبار میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے مگر آپ کو ریاضی سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ البتہ آپ نے بہت جلد گھڑ سواری سیکھ لی۔ اپنے دوست کریم قاسم کے ساتھ گھڑ سواری کرتے ہوئے میلوں دور نکل جاتے۔ دراصل آپ گھوڑوں سے بہت متاثر تھے جو گردنیں تان کر سیدھے کھڑے ہوتے اور طاقت اور خوداعتمادی کا مظہر تھے۔ انھوں نے زندگی میں اصول بنالیا کہ وہ نہ صرف سامنے دیکھے گئے بلکہ اپنا سر بھی بلند رکھیں گے مشکلات سے گھبرا کر نہیں جھکیں گے بلکہ ان کا چیلنج قبول کرکے ان پر قابو پالینے کی جدوجہد کریں گے۔ وہ صنوبر کے اونچے درخت کی مانند بنیں گے کہ طوفان جیسے چھو سکتے ہیں مگر جھکا نہیں سکتے۔

محمد علی جناح بھائی کی عمر پندرہ برس تھی ان کے والد کے دوست فیڈرک لی کرافٹ ان کی ذہانت اور نیک اطوار سے متاثر تھے انھوں نے پونجا جناح کو مشورہ دیا کہ بیٹے کو جہاز رانی یعنی شپنگ کی اپرنٹس شپ کے لیے لندن بھیج دینا بہتر ہے۔ لندن میں تین سالہ کورس ان کی کاروباری تعلیم و تربیت کے لیے بہت خوش آئند ہوگا۔ محمد علی کی والدہ تین سال کی جدائی برداشت کرنے کے لیے تیار نہ تھیں۔

خاندانی دستور کے مطابق لندن جانے سے پیشتر ان کی شادی پانیلی ہی کی ایک چودہ سالہ لڑکی ایمی بائی سے کردی گئی۔ یہ 1892ء کے اوائل کا زمانہ تھا جب شادی اور پھر بیرون ملک سفر کے لیے انھوں نے سندھ مدرسہ کو خیر باد کہا۔ میٹھی بائی نے بیٹے کو آنسوؤں اور آہوں میں رخصت کرتے ہوئے ایک ایسی پیش گوئی کی جو حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ انھوں نے فرمایا کہ محمد علی مجھے تم سے جدا ہونا پسند نہیں مگر مجھے یقین ہے کہ میری زندگی کا خواب پورا ہوگا اور انگلینڈ جا کر تم بہت بڑے آدمی بن جاؤ گے مگر شاید جب تم واپس آؤ تو تمھیں دیکھنے کے لیے زندہ نہ رہوں۔ اس موقع پر محمد علی جناح نے جذباتی ہو کر والدہ کو گلے لگا لیا۔ ماں کی دعا سولہ سالہ پر عزم نوجوان کی متاع حیات تھی کہ ایک دن تم ضرور بڑے آدمی بنو گے اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے مجھے تم پر فخر ہوگا۔ بعد ازاں قائد اکثر اپنی والدہ کے وجدان کا ذکر بڑی محبت سے کرتے تھے۔

اس دور میں کسی ہندوستانی کا برطانوی سلطنت اس خیرہ کن مگر علم دوست ماحول میں تعلیم حاصل کرنا بہت بڑا اعزاز سمجھا جاتا تھا۔ ابتدا میں لندن کے اجنبی ماحول میں انھوں نے خود کو تنہا پایا۔ معاوضے پر رہنے والے مہمان (Paying guest) کی حیثیت سے وہ مسز ڈریک کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے ان کی نوجوان حسین و جمیل بیٹی اس پر کشش نوجوان سے بہت التفات رکھتی تھی مگر آپ اپنے مقصد حیات کو فراموش کرنے والے نہ تھے۔ آپ نے اس کی حرکات پر سرزنش کی اور اپنی مذہبی و معاشرتی حدود و قیود سے آگاہ کیا۔ شدید سردی اور مسلسل بارش اس بھیگے ہوئے سرد موسم میں وہ پیدل ہی دفتر پہنچتے تاکہ اپنے اخراجات کو کم سے کم رکھ سکیں۔ کچھ عرصے بعد انھوں نے محسوس کیا وہ ایک دوراہے پر کھڑے ہیں۔ کیا انہیں بحیثیت اپرنٹس گراہمز کمپنی میں کام کرتے رہنا چاہیے جوان کے لیے انتہائی بور اور محدود مستقبل کا پیشہ تھا؟ یا قانون کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے بیرسٹر بننے کے لیے تیار ہونا چاہیے جس کے ذریعے وہ عوامی اور قومی زندگی پر بہتر اثرات مرتب کر سکتے ہیں۔ خوش قسمتی سے اس سال لٹل گو (Little Go) امتحان پاس کر کے بار ایٹ لا میں داخلہ لینے کا آخری موقع تھا ورنہ قواعد وضوابط میں تبدیلی کے باعث داخلہ لینے کی اہلیت حاصل کرنے میں مزید دو سال لگ جاتے۔

انھوں نے پیشہ وارانہ زندگی کی سمت متعین کرتے ہوئے مستقبل کا اہم فیصلہ کیا اور گراہمز کی اپرنٹس شپ کو چھوڑ کر لٹل گو امتحان میں بیٹھنے کا فیصلہ کر لیا۔ آپ نے بالغ نظری اور اولوالعزمی کی بدولت بہت محدود وقت میں شبانہ روز محنت کی، تمام تر توانائیاں امتحان میں کامیابی کے لیے وقف کر دیں۔ آخر لٹل گو کا امتحان نمایاں انداز میں پاس کیا اور بار ایٹ لا کرنے کے لیے لنکنز ان میں داخلہ لینے کے اہل قرار پائے۔ محترمہ فاطمہ جناح لنکنز ان میں محمد علی کے داخلہ لینے کی وجہ بیان کرتے ہوئے

تحریر کرتی ہیں کہ لنکزان کے صدر دروازے پر دنیا کی نامور قانون ساز شخصیات کے ساتھ عظیم پیغمبر حضرت محمد ﷺ کا نام بھی کندہ تھا جسے دیکھ کر نوجوان محمد علی نے دل میں عہد کرلیا کہ لٹل گو امتحان میں کامیابی حاصل ہوئی تو لنکزان میں داخلہ لیں گے۔اس سے مذہب اسلام سے ان کے گہرے شغف اور پیغمبر اسلام سے روحانی عقیدت کا اندازہ ہوتا ہے۔

وہ لندن میں ابھی زیر تعلیم تھے کہ کراچی میں ان کی دلہن ایمی بائی کا انتقال ہوگیا۔ کم سنی کی شادی کے باعث اپنی بیوی کے ساتھ ان کا کوئی جذباتی لگاؤ نہ تھا۔ کچھ عرصے بعد انہیں خبر ملی کہ ان کی والدہ بھی چل بسی ہیں۔ دیارِ غیر میں یہ صدمہ محمد علی کے لیے ناقابل برداشت تھا۔ وہ مرحومہ ماں کی یاد میں گھنٹوں سسکیاں لے کر روتے رہے گویا ان کی عزیز ترین متاع چھن گئی ہو۔ نوجوان محمد علی کی عمر تقریباً اٹھارہ برس تھی جب وہ اپنی ماں اور بیوی سے محروم ہو چکے تھے۔ان کے والد کا کاروبار زوال پذیر ہو چکا تھا۔ مگر وہ اس قلبی و جذباتی آزمائش میں بھی سرخرو ہوئے۔ پے درپے صدمات نے ان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو مزید بیدار کردیا۔ان کی تمام تر توجہ صرف اور صرف حصول تعلیم پر مرکوز تھی۔ بے حد متین سنجیدہ اور حساس طالب علم کی حیثیت سے آپ نے شبانہ روز محنت شاقہ کی بدولت لنکزان میں بار ایٹ لا کا امتحان دو سال میں پاس کرلیا۔اس طرح اٹھارہ برس کی عمر میں بیرسٹر کہلانے والے سب سے کم عمر ہندوستانی قرار پائے۔ مگر اپنا کیپ اور گاؤن حاصل کرنے کے لیے انہیں مزید کچھ عرصہ انگلینڈ میں قیام کرنا ضروری تھا۔

آپ لندن قیام کے دوران وہاں کے لبرل، سیاسی و علمی ماحول سے مکمل طور پر مستفید ہونا چاہتے تھے۔ آپ اکثر برٹش میوزیم لائبریری میں وسیع اور جامعہ مطالعہ میں مصروف رہتے۔ وسیع مطالعہ نے انہیں انگریزی ادبیات و تخلیقات سے روشناس کروادیا۔ اولڈ وکٹوریہ میں شکسپیر کے ڈرامے دیکھنے جاتے اور اکثر شیکسپیر کے ڈراموں کے پسندیدہ پیرے بلند آواز میں پڑھتے جس سے آپ کی آواز کارنگ وآہنگ درست اور اتار چڑھاؤ بہت موزوں ہوگیا۔ اتوار کے روز ہائیڈ پارک میں برطانوی حکومت کے ناقدین کی تقاریر سنا کرتے جس سے انہیں کسی بھی قوم کے لیے آزادی اظہار کی اہمیت کا احساس ہوا۔ یہ وہ دور تھا جب ہندوستانیوں میں سیاسی بیداری کے آثار نمایاں تھے۔ آئینی اصلاحات اور آزادی کا شعور پیدا ہو رہا تھا۔ اس سلسلے میں لندن میں مقیم ہندوستانی پارسی لیڈر دادابھائی نوروجی نوجوان محمد علی کے سیاسی رول ماڈل کے طور پر سامنے آئے۔ لندن میں موجود تمام ہندوستانی طلبا ان سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ طلبا حلقوں میں وہ گرینڈ اولڈ مین کہلاتے تھے۔

دادا بھائی نوروجی نے ہندوستان کو اپنی اصلاحات اور نوآبادیاتی درجہ دلانے کے لیے پارلیمنٹ کے انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ ٹوری وزیر اعظم لارڈ سالبری نے دادا بھائی کو بلیک مین کہہ کر ان کی تحقیر کی تو بدلے کے طور پر نوجوان محمد علی نے ان کی انتخابی مہم میں دل و جان سے حصہ لیا۔ دادا بھائی نوروجی یہ انتخاب جیت گئے مگر رنگ و نسل کے امتیازات نوجوان محمد علی کے لیے ناقابل برداشت تھے آپ کا کہنا تھا اگر دادا بھائی کالے تھے تو میرا رنگ تو ان سے بھی زیادہ گہرا ہے۔ اگر ہمارے سیاسی آقاؤں کی یہ ذہنیت ہے تو ہم ان سے کبھی بھی منصفانہ طرز عمل کی توقع نہیں کر سکتے۔ آپ نے مزید کہا کہ میں ہاؤس آف کامنز (پارلیمنٹ) کی گیلری میں بیٹھ کر اولڈ مین کی سب سے پہلی تقریر سنی اور مجھے اپنے اندر جذبات کی گرم جوشی محسوس ہوئی۔ یقیناً ان حالات میں آپ کے سیاسی افکار کو جدید سیاسی نظریات سے ہم آہنگ ہونے کا موقعہ ملا۔ پارلیمانی نظام جمہوریت کو اس کی اصل روح کے ساتھ عملی طور پر دیکھنے سے آپ میں سیاسی افکار کی بالیدگی اور شعور بیدار ہوا۔ آپ باقاعدگی سے برطانوی پارلیمنٹ کے ایوان زیریں کی گیلری میں بیٹھ کر روشن خیال لبرل سیاستدانوں کی تقاریر سنا کرتے تھے۔ اس طرح وہ پارلیمانی جادو بیانی کے فن سے آشنا ہوئے جو آنے والے برسوں میں ان کا مضبوط ہتھیار ثابت ہوا۔

قیام لندن کے دوران آپ نے اپنا نام محمد علی جناح بھائی سے محمد علی جناح کر لیا۔ اسی حیثیت سے بیس سالہ نوجوان 1896ء میں ایک زیرک، بالغ نظر اور نڈر قانون دان کے پیکر میں ڈھل کر وطن واپس کراچی پہنچا۔ والد کی خواہش تھی کہ آپ کراچی میں پریکٹس کریں مگر آپ کٹھن اور سخت کوش زندگی کے عادی ہو چکے تھے۔ آپ نے بمبئی کے قانونی و سیاسی افق پر جلوہ گر ہونا پسند کیا جہاں نہ کوئی واقفیت تھی نہ کوئی حوالہ مگر سخت مقابلے کے باوجود آگے بڑھنے کے مواقع بہت زیادہ تھے۔ قدرت ان سے ابھی کچھ اور امتحان لینا چاہتی تھی۔ بیس سالہ محمد علی جناح بمبئی ہائی کورٹ بار کا ممبر بن چکے تھے مگر روزانہ عدالت آنے جانے کے باوجود تین سال تک وہ کوئی بھی مقدمہ حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ ان دنوں کا ذکر کرتے ہوئے وہ کہا کرتے تھے بمبئی میں جب میں نے شروعات کی تو میرے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ ٹرام یا بس سے جا سکوں۔ میں زیادہ تر پیدل ہی چلا کرتا تھا۔ بلندی پر ہمیشہ جگہ ہوتی ہے مگر سیڑھیاں پیدل ہی چڑھنی پڑتی ہیں۔ اگرچہ ان کے پاس وسائل نہیں تھے مگر انھوں نے سخت مشکل دنوں میں اپنے سماجی روابط برقرار رکھے۔ جو بھی ملتا اس نوجوان کی سحر انگیز شخصیت اور عزم و حوصلے سے بہت متاثر ہوتا۔ جب کہ وہ دل میں اپنی تشنہ آرزوؤں کی عدم تکمیل کی چبھن لگاتار محسوس کرتے تھے۔

انہی دنوں بمبئی کے ایڈووکیٹ جنرل مسٹر میکفرسن اس نوجوان بیرسٹر کی ذہانت قابلیت اور دیانت داری سے بہت متاثر ہوئے اور اپنے چیمبر میں شامل کر لیا۔ اب وہاں بیٹھ کر یہ نوجوان ان کی

ضخیم لائبریری سے استفادہ کر سکتا تھا۔ بقول سروجنی نلمڈو یہ رعایت کسی ہندوستانی کو پہلی بار ملی تھی جو جدوجہد کے ان اندھیروں میں امید کی کرن سے کم نہ تھی۔ مسٹر میکفرسن کی وساطت سے 1900ء میں آپ کا بطور عارضی پریسٹرنسی مجسٹریٹ ان کا تقرر ہو گیا۔ جب ان کی عارضی تقرر کی میعاد ختم ہوئی اور مستقل ملازمت کی پیشکش ہوئی مگر 15 سو روپے کی شاہانہ تنخواہ کی حامل اس ملازمت سے معذرت کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ اتنی رقم تو میں ایک دن میں کمالوں گا۔ کیونکہ قانون کی دنیا میں آپ کی ایک شناخت بن چکی تھی۔ آپ کو بہت سے مقدمات کی پیش کش ہونے لگے اور جلد ہی آپ کا شمار بمبئی کے صف اول کے وکلا میں ہونے لگا۔ آپ کے قدم مضبوطی سے جم چکے تھے۔ آپ نے اپنے والد اور اہل خانہ کو بمبئی بلا لیا۔ خاندان کی مالی اعانت کے ساتھ ساتھ تمام بہن بھائیوں کے تعلیمی مصارف برداشت کرنے لگے۔

مشہور واقعہ ہے کہ جب جسٹس مارٹن کی عدالت میں جسٹس مارٹن نے بھڑک کر کہا ذہن میں رکھیں کہ آپ کسی تھرڈ کلاس مجسٹریٹ سے مخاطب نہیں ہیں۔ آپ نے فوری جواب دیا جناب والا آپ کے روبرو بھی کوئی تھرڈ کلاس وکیل نہیں ہے۔

قائد کا یہ بے مثل جذبہ حریت، شبانہ روز محنت ہی کا سرمایہ تھا جس نے انہیں ایک زیرک اور بیباک قانون دان اور پھر مدبر، دور اندیش، عظیم سیاستدان بنا دیا۔ آپ کے پاس خاندانی یا سماجی عزت و وقار کی وراثت نہیں تھی جس سے اس دور کے زیادہ تر بیرسٹر سرفراز تھے۔ آپ کا سماجی پس منظر متوسط طبقے سے تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اوسط درجے کے سکولوں سے حاصل کی۔ مگر آپ نے تنظیم ذات، یقین محکم اور سعی پیہم کے جذبے سے سرشار سماج اور سیاست میں منفرد مقام حاصل کیا۔ آپ ایک ایسے نوجوان کے طور پر کارزار حیات میں ابھرے جسے اپنے صلاحیتوں پر کامل یقین تھا اور اصولوں پر سودہ بازی نہ کرنے کا عزم مصمم۔ اسی بنیاد پر آپ نے اپنی زندگی کا سب سے بڑا اور آخری مقدمہ ''پاکستان'' لڑا اور جیت لیا۔

قائداعظم محمد علی جناح کی کتاب حیات کے ابتدائی اوراق میں عصر حاضر کے نوجوان کے لیے پیغام عمل پوشیدہ ہے۔ آج کا نوجوان صبر حوصلہ اور جرات مندی کے بغیر فوری کامیابی کی تمنا کرتا ہے۔ وہ shortcuts کا متلاشی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ وہ آئے، دیکھے اور فتح کرلے جبکہ حقیقی اور دیرپا کامیابی جہد مسلسل میں مضمر ہے۔ نوجوان اگر قائد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے زندگی میں اپنے اہداف متعین کریں اور پھر ان کے حصول کے لیے انتھک محنت کریں تو یقیناً خودی اور خودشناسی کی یہ منزل کامیابیوں کے نئے افق چھونے میں مددگار ہوگی۔

قسط نمبر (4)

اعتکاف 2024ء

اساتذہ اور والدین کے لئے راہنمائی

تحریر: ڈاکٹر فرح ناز (صدر منہاج القرآن ویمن لیگ)

تاریخِ انسانی اس بات کی گواہ ہے کہ جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا، ویسے ویسے مادیت کا غلبہ بھی بڑھتا چلا گیا اور روحانی اقدار کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی گئیں۔ اس وقت ساری دنیا مادی کلچر، مادی افکار، مادی نظریات، مادی طرزِ زندگی، مادی سوچ اور مادی خواہشات کے سحر میں گرفتار دکھائی دیتی ہے۔ پاکستان ہو یا بھارت؛ عرب ہو یا عجم؛ مغربی دنیا ہو یا مشرقی دنیا سب کے ماحول میں مادیت کا غلبہ موجود ہے، جس نے بحیثیت مجموعی انسانی شخصیت کے باطنی پہلوؤں کو بری طرح متاثر کیا ہے، اسی سے لامذہبیت کی سوچ پیدا ہوتی ہے۔

مادہ پرستی کے شکار لادینی معاشرے میں نئی نسل کے ایمان کی حفاظت کے لیے ماحول میں بہتری لانا والدین کی بنیادی ذمہ داری ہے، تاکہ بچپن ہی میں بچوں کے ایمان، عقیدے، اعمالِ صالح اور اعلیٰ اخلاقیات کی مضبوط بنیاد استوار کی جا سکے۔ نسلِ نو کو کم از کم گھر میں ایسا ماحول ملنا چاہیے جو اُن کے دین، ایمان اور عقیدے کو ایسی مضبوط بنیاد فراہم کر سکے جو انہیں زندگی بھر صراطِ مستقیم پر گامزن رکھ سکے۔ ہمارے بچوں کو ایسا ماحول نہ تو گھر سے ملتا ہے اور نہ سکول سے؛ نہ معاشرے سے اور نہ

دوستوں کی سنگت و صحبت سے رہی سہی کسر پرنٹ، الیکٹرونک یا سوشل میڈیا وغیرہ نے پوری کر دی ہے۔انہیں جو کچھ بھی مل رہا ہے، وہ ایمان، روحانیت اور اخلاق کی اعلیٰ اقدار کے خلاف ہی مل رہا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نوجوان نسل طاغوتی ماحول سے متاثر ہو کر تیزی کے ساتھ لادینیت یا لامذہبیت کی طرف راغب ہو رہی ہے۔

سیدی شیخ الاسلام کے خطابات 2024ء نے جہاں ہمیں عصر حاضر کے اس بڑے فتنے فتنہ الحاد سے خبر دار کیا ہے وہیں ہمیں اس فتنے کے تدارک کے لئے ٹھوس دلائل بھی فراہم کیے ہیں۔

آپ نے والدین اور اساتذہ کے مؤثر کردار کی اہمیت کو بھی خوب اجاگر کیا ہے۔بنیادی طور پرتو والدین کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو لا دینیت سے بچانے کا سامان مہیا کریں۔انہیں اپنی اولاد کو اعتقادی پختگی کے بغیر دیگر عقائد و مذاہب کے مطالعہ سے اِجتناب کی تلقین کرنا ہوگی۔کیونکہ علومِ شریعہ سے لا تعلقی گمراہی کا سبب بن سکتی ہے۔سیدی شیخ الاسلام نے ذاتی حوالے سے فرمایا:

”آپ میں سے بیشتر لوگ جانتے ہوں گے کہ گریڈ ون سے لے کر گریڈ 8 تک میری ساری schooling ایک یورپین انگلش سکول، سیکرٹ ہارٹ سکول میں ہوئی۔اس سے مجھے مختلف چیزوں کو پڑھنے، سوچنے، سمجھنے اور موازنہ کرنے کا ایک شوق پیدا ہوا۔میں اس زمانے میں مختلف مذاہب اور مسالک کی کتابوں کی سٹڈی کرتا تھا۔میرے والد گرامیؒ ہر ہفتے میری لائبریری چیک کرتے اور دیکھتے، جو جو کتابیں دوسرے مذاہب و مسالک کی comparative study کے لیے پڑی ہوتی تھیں ان کو نکال لیتے اور مجھے ایک ہی جملہ بولتے : ”بیٹے! ابھی آپ کا ان comparative study کی کتابیں پڑھنے کا وقت نہیں آیا۔ایک وقت آپ کی زندگی میں آئے گا جب آپ ان سب کتابوں کو پڑھیں گے اور اتنی قابلیت آپ کے اندر پیدا ہو جائے گی کہ غلط اور صحیح ، سچ اور جھوٹ کا فرق اور امتیاز کر سکیں گے۔تب آپ کے علم میں، اتنی علمی پختگی ہو جائے گی کہ جب آپ کے سامنے دوسرا موقف آئے گا تو آپ درست اور غلط کی پہچان کر سکیں اس وقت یہ ساری کتابیں پڑھنی جائز ہو جائیں گی ابھی جائز نہیں ہے۔“

(اقتباس از خطاب شیخ الاسلام ، خطاب نمبر: Ca-12، یکم اپریل 2024ء)

سیدی شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ اگر والدین ، اساتذہ اور مربی حضرات یہ ذمہ داری ادا نہیں کر رہے ہیں تو یہ ذمہ داری کون ادا کرے گا اس سے تو نسلوں کا نقصان ہوگا۔انہوں نے نسل نو کی علمی تربیت پرزور دیتے ہوئے فرمایا:

”یہ جو بات میں نے بتائی ہے میرے بیٹے اور بیٹیو! اس بات کو عمر کے کسی خاص حصے پر لاگو نہ کریں، یہ علمی پختگی کا مسئلہ ہے۔اللہ تعالیٰ چاہے تو کسی کو وہ پختگی تھوڑی عمر میں عطاکردے اور چاہے تو 70 سال گزار کے بھی نہ دے۔جب آپ قرآن کی آیات تدبر، آیات تفکر، آیات تعقل، اللہ کی نشانیاں اساتذہ سے پڑھیں گے نہیں تو علم میں پختگی حاصل نہیں کرسکیں گے۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ جب آپ دوسری آراء کو پڑھیں گے تو چونکہ آپ کا اپنا علم کھوکھلا ہے، اپنے دین کے بارے میں معلومات کھوکھلی ہیں، توفوری متاثر ہو جائیں گے اور عقیدہ میں بگاڑ آ جائے گا۔لہذا یہ مسئلہ عمر کا نہیں یہ مسئلہ علم کی پختگی کا ہے جس کے لئے اچھا خاصا وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔“

(اقتباس از خطاب شیخ الاسلام ، خطاب نمبر: Ca-12، یکم اپریل 2024ء)

شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ نے مندرجہ بالا اقتباسات میں والدین اور اساتذہ کے لیے تربیت اولاد کے راہنما اصول دیے ہیں۔مادیت پرستی کی وجہ سے آج کی نوجوان نسل شیطانی دلدل کی طرف دھکیلی چلی جا رہی ہے۔ان کے ناپختہ ذہنوں میں درجنوں بے سر و پا اور لا حاصل سوالات اٹھائے جا رہے ہیں کہ آخر ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کو کس بنا پر تسلیم کریں، یا اس جدید دور میں مذہب کی ضرورت ہی کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ اعتکاف ۲۰۲۴ئ کے خطابات علم دین، سائنسی تحقیقات فزکس، تاریخ اور انسانی نفسیات کا مجموعہ تھے۔یہ خیال قطعاً درست نہیں کہ سائنس مذہب اور اللہ کے وجود کا انکار کرتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جدید سائنسی تحقیقات بتدریج ان مادی حقیقتوں تک رسائی حاصل کرنے میں کوشاں ہے، جن کا انکشاف قرآن حکیم نے چودہ سو سال قبل ہی فرما دیا تھا۔چنانچہ ان مادی حقائق نے سائنس کو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ کائنات کا کوئی نہ کوئی خالق ضرور ہے۔

اب یہ اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ طلباء کو بتائیں کہ سائنس علم ، عقل مندی اور استدلال کا نام ہے۔ سائنس مادی، تحقیقی، علمی، فکری، عقلی، مشاہداتی اور تجرباتی طریقے سے معرفت الٰہیہ کے راستے متعین کرتی اور انسان کو بالواسطہ اللہ کے

وجود پر ایمان لانے تک پہنچاتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی جو نشانیاں اس عالمِ انفس و آفاق میں موجود ہیں، سائنس اُن نشانیوں کو دیگر علوم کی نسبت سب سے بہتر طریق سے دیکھ رہی ہے۔قرآن مجید کا اشارہ اسی طرف ہے، ارشاد فرمایا گیا:

سَنُرِيهِمْ ءَايَٰتِنَا فِى ٱلْءَافَاقِ وَفِىٓ أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ ٱلْحَقُّ (فصلت، 41: 53)

”ہم عنقریب انہیں اپنی نشانیاں اَطرافِ عالم میں اور خود اُن کی ذاتوں میں دِکھا دیں گے یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہی حق ہے۔“

اس وقت ایک طرف عالمی حالات، مسلم امہ کی حالت زار، مغربی تہذیب کی یلغار، دوسری طرف پاکستان کی مخدوش داخلی صورتحال، منتشر سیاسی منظر نامہ، معاشی ابتری، ہماری بے لگام معاشرتی صورتحال، ہر جانب بے بسی، بے حسی اور لادینیت ، معاشرتی بگاڑ، اخلاقی بے راہ روی کے باعث صورت حال گھمبیر ہے۔دینی اقدار پامال ہو رہی ہیں۔ان حالات میں حضور شیخ الاسلام کے خطابات 2024ء بعنوان ”خدا کو کیوں مانیں؟ اور مذہب کو کیوں اپنائیں؟“ بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔اس تناظر میں اساتذہ اور والدین کی بنیادی طور پر دو ذمہ داریاں بنتی ہیں:

پہلی ذمہ داری یہ کہ حصول علم کے لیے خوب تگ و دو کریں: کیونکہ جو انسان اپنے عہد کے شَر کے علم سے آگاہی نہیں رکھتا وہ خیر کی کڑیاں بھی بکھیرے گا اور ڈر ہے کہ کہیں وہ خود اس فتنے میں مبتلاء ہو جائے۔(غزالی، احیاء علوم الدین، 78/1)

والدین اور اساتذہ کی بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے عہد کے فتنوں کے بارے مکمل آگاہی حاصل کریں۔حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ، مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي.(بخاري، الصحيح، كتاب الفتن، باب كيف الأمر إذا لم تكن جماعة 2595/6، الرقم: 6673)

ترجمہ: لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے بارے میں پوچھا کرتے تھے لیکن میں شر کے بارے میں پوچھتا تھا۔اس خوف سے کہ کہیں میری زندگی میں ہی شر نہ پیدا ہو جائے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ مدینہ طیبہ کے قلعوں میں سے کسی قلعے پر چڑھے تو فرمایا:

هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى؟ إِنِّي لَأَرَى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ، كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ.

(مسلم، الصحیح، کتاب الفتن وأشراط الساعۃ، باب نزول الفتن کمواقع القطر، 4: 2211، الرقم: 2885)

ترجمہ: کیا تم (بھی) وہ دیکھتے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ میں تمہارے گھروں میں فتنوں کے واقع ہونے کے مقامات بارش ٹپکنے کے نشانات کی طرح (بکثرت اور واضح) دیکھ رہا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ.

(مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، باب الحث علی المبادرۃ بالأعمال قبل تظاهر الفتن، 1: 110، الرقم: 118)

"ان فتنوں سے پہلے پہلے جو تاریک رات کے حصوں کی طرح چھا جانے والے ہوں گے، نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو۔"

آج ہر طرف فتنوں اور آزمائشوں کا دور ہے۔اساتذہ کرام کی ذمہ داری ہے کہ جس بھی پہلو پر دین کے خلاف محاذ آرائی ہو رہی ہے علمی، فکری اور عملی طور پر اس کا دفاع کریں اور طلباء کو آگاہ کریں۔لادین قوتیں کچھ ایسے حربے استعمال کرتی ہیں کہ نوجوان نسل اس فتنے میں شعوری و لاشعوری طور پر اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا آپ کا بچہ ملحد اس وجہ سے ہوا ہے کہ مغرب کے اندر ترقی ہوتی چلی جا رہی ہے؟ نہیں یہ وجہ نہیں بلکہ ہمارا آج کا نوجوان مذہب کا انکار علم کی بنیاد پر کرتا ہے لہذا اس کو مطمئن کرنے کے لئے اساتذہ اور والدین کو اس حوالے سے مکمل آگہی حاصل کرنا، خبردار و ہوشیار رہنا اور علم دین حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ درج ذیل چار علوم کا جاننا انتہائی ضروری ہے:

- تاریخ کا علم
- نفسیات کا علم سائنس اور فزکس کا علم
- معاشیات کا علم

یہ چار علوم انتہائی اہم اور ناگزیر ہیں تاکہ بچے کے ذہن میں اٹھنے والے سوالات کے تسلی بخش جواب دیئے جائیں اور اس کو شعوری سطح پر مطمئن رکھا جاسکے۔

(ان علوم پر دسترس حاصل کرنے کا نقطہ آغاز کیا ہے۔اس کی تفصیلات قسط نمبر 7 میں دی جائیں گی)

یاد رکھیں سائنس کا تھوڑا علم انسان کو ملحد بناتا ہے اورسائنس کو زیادہ جاننا اور اس کی تحقیقات کی آخری حدود تک پہنچنا ایک عام با شعور انسان کو ایمان کی دولت عطا کرتا ہے۔علم الادویہ میں ایک بڑا نام لوئس پاسچر (Louis Pasteur) کا ہے، وہ کہتا ہے:

The more I know, the more does my faith approach that of the Breton peasant (i.e., the faith which is serein, complete, unquestioning.

(William J. Fedrer & William Joseph Fedrer, American's God and Country: Encyclopedia of Quotations p. 493).

”جس قدر میرا علم بڑھتا ہے اسی قدر میرا عقیدہ بھی پختہ ہوتا چلا جاتا ہے ، ایسا عقیدہ جو بارش کی پھوار کی مانند مکمل اور شک و شبہ سے پاک ہو۔“

دوسری ذمہ یہ ہے کہ کسی کو کبھی بھی جبراً قائل کرنے کی کوشش نہ کریں۔ والدین اور اساتذہ کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ بہت شائستگی، دلیل ، سلیقے اور بہتر لب و لہجے میں نئ نسل کی ذہنی و فکری آبیاری کریں کہ ایمان اور یقین دل کی گہرائیو ں میں اتر جائے۔

نئ نسل کی تربیت کا سفر انتہائی نازک ہے اس میں علمی بحث بھی بہت احتیاط اور خیر خواہی کے جذبے سے لبریز ہو کر کرنا ہوگی۔تب ہی انسانوں کی اصلاح کی سچی فکر پیدا ہوگی اور ایسے مربیانہ کردار سے ہی نسلوں کے ایمان کو بچا سکیں گے۔جس دور میں ہم سانس لے رہے ہیں یہ مغربی تہذیب کا دور ہے، اس دور جدید کے علمی تقاضے اور اعتقادی الجھنیں اس بات کی متقاضی ہیں کہ ہر فرد بالخصوص والدین اور اساتذہ علم دین لازمی حاصل کریں۔علم دین کے ساتھ ساتھ ان سائنسی علوم کا جاننا بھی ضروری ہے جن کے بغیر ہم اپنے بچوں کے سوالات کے جوابات نہیں دے سکتے اور ہماری یہ غفلت کسی بڑے نقصان کا باعث بن سکتی ہے۔

تعلیم و تربیت وقت کی اہم ضرورت

سمیہ اسلام

دین اسلام میں اولاد کی تعلیم و تربیت، فلاح دنیا و آخرت، عمدہ صفات، صلاح و تقویٰ، تزکیہ نفس، اچھے اخلاق اور بہترین پرورش پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اے لوگوں! بچاؤ اپنے آپ کو اور اہل و عیال کو ایسی آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہے جو انکار کرنے والوں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ (سورۃ التحریم)

حضرت علیؓ نے اس آیت کریمہ کی توضیح اس طرح فرمائی ہے کہ "ان کو (اپنی اولاد) کو تعلیم دو اور ان کو ادب سکھاؤ"۔

فقہائے کرام نے کہا ہے ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنے بیوی بچوں کو فرائض شرعیہ اور حلال و حرام کے احکام کی تعلیم سکھائے اور اس پر عمل کرانے کی کوشش کرے۔

اولاد کی تعلیم و تربیت کی اہمیت و افادیت کا اندازہ درج ذیل حدیث شریف سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ والدین کے حقوق تو ہم نے جان لیے، اولاد کے کیا حقوق ہیں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اس کا اچھا سا نام رکھو اور اس کی اچھی تربیت کرو۔ (سنن بیہقی)

ایک دوسری حدیث شریف میں نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ: ”کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے بہتر عطیہ نہیں دے سکتا کہ اس اچھے آداب سکھلائے۔“ (بخاری)

یعنی اچھی تربیت کرنا اچھے آداب سکھانا اولاد کیلئے سب سے بہترین عطیہ ہے. بچے مستقبل میں قوم کے معمار ہوتے ہیں، اگر ان کو صحیح تربیت دی جائے تو اس کا مطلب ایک اچھے اور مضبوط معاشرے کیلئے ایک صحیح بنیاد ڈال دی گئی ہے، بچوں کی اچھی تربیت سے ایک مثالی معاشرہ وجود میں آتا ہے؛ اس لیے کہ ایک اچھا پودا ہی مستقبل میں تناور درخت بن سکتا ہے۔

بچپن کی تربیت نقش علی الحجر کی طرح ہوتی ہے، بچپن میں اگر بچے کی صحیح دینی و اخلاقی تربیت اور اصلاح کی جائے تو بڑے ہونے کے بعد بھی ان پر عمل پیرا ہوگا۔ اس کے بر عکس اگر درست طریقے سے ان کی تربیت نہ کی گئی تو بلوغت کے بعد ان سے بھلائی کی زیادہ توقع نہیں کی جاسکتی، نیز بڑے ہونے پر جن برے اخلاق و اعمال کا وہ مرتکب ہوگا، اس کے ذمہ دار اور قصور وار والدین ہی ہوں گے، جنہوں نے ابتداء میں ان صحیح راہنمائی نہیں کی، اولاد کی اچھی اور دینی تربیت کرنا دنیا میں والدین کیلئے نیک نامی کا باعث اور آخرت میں کامیابی کا سبب ہے، جب کہ نا فرمان و بے تربیت اولاد دنیا میں بھی والدین کیلئے وبال جان ہوگی اور آخرت میں بھی رسوائی کا سبب بنے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ”اپنی اولاد کو ادب سکھلاو، قیامت کے دن تم سے تمہاری اولاد کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ تم نے ان کو کیا ادب سکھایا؟ اور کیسی تعلیم دی؟“ (شعب الایمان للبیہقی)

تربیت کا مفہوم

لفظ ”تربیت“ ایک وسیع مفہوم والا لفظ ہے، اس لفظ کے تحت افراد کی تربیت، خاندان کی تربیت، معاشرہ اور سوسائٹی کی تربیت، پھر ان قسموں کی بہت سی ذیلی اقسام داخل ہیں، ان سب اقسام کی تربیت کا اصل مقصد و غرض، عمدہ، پاکیزہ، با اخلاق اور با کردار معاشرہ کا قیام ہے، تربیت اولاد بھی انہیں اقسام میں سے ایک بڑی اہم قسم ہے۔ بالفاظ دیگر ”تربیت“ کی تعریف یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ برے اخلاق و عادات اور غلط ماحول کو اچھے اخلاق و عادات اور ایک صالح، پاکیزہ ماحول میں تبدیل کرنے کا نام تربیت ہے۔

تعلیم و تربیت میں ماں کا کردار

بچوں کی تعلیم و تربیت، پرورش و پرداخت، کردار سازی میں سب سے اہم اور مرکزی کردار ماں کا ہوتا ہے، بچوں کیلئے سب سے پہلا مدرسہ (تربیت گاہ) ماں کی گود ہے، بچے کی ذات و صفات میں غیر محسوس طریقے پر ماں کے اقوال و افعال اور اچھے برے اعمال کا مکمل اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ ماں اگر دیندار، پرہیزگار، امانت دار، وفا شعار، ضرورت مندوں کی خدمت گار، ضعیفوں کی غمگسار، غریبوں، مفلسوں کی غمخوار، تعلیمی اعتبار لحاظ سے باوقار اور تربیت یافتہ ہو تو، بچوں کے اندر بھی وہ تمام عمدہ صفات، اعلی اخلاق، اچھے اطوار بڑی تیزی کے ساتھ سرایت کر جاتے ہیں، اور بچہ ایک باکمال، عالی صفات، اور مکارم اخلاق کا نمونہ بن کر معاشرے اور سماج میں آفتاب و ماہتاب کے مانند چمکتا، دمکتا ہے، اور اپنی پر نور شعاؤں سے بے شمار انسانوں کی راہنمائی و دستگیری کرتا ہے۔ ماضی میں بھی جتنی عبقری، انقلابی، عالمی، اور روحانی شخصیات گزریں ہیں، ان میں اکثر حضرات کی ذات و صفات اور تربیت سازی میں ماں کا بہت اہم کردار رہا ہے۔

تربیت کی اقسام

تربیت کی دو قسمیں ہیں:

1۔ ظاہری تربیت

2۔ باطنی تربیت

ظاہری تربیت

اولاد کی تربیت میں ظاہری اعتبار سے، وضع قطع، لباس، کھانا، پینا، نشست و برخاست، میل جول، اس کے دوست واحباب اور تعلقات و مشاغل کو نظر میں رکھنا، اس کے تعلیمی حالات کی جانکاری اور بلوغت کے بعد ان کے ذرائع معاش کی نگرانی وغیرہ امور اس میں شامل ہیں۔

باطنی تربیت

باطنی تربیت سے مراد ان کے عقیدہ، اخلاق کی اصلاح و درستگی، نماز، روزے، سچ بولنے، جھوٹ سے بچنے، اور ایک دوسرے کی عزت و احترام کرنے کی عادات و اطوار اس میں شامل ہیں۔ اولاد کی ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی تربیت کے ذمہ والدین پر فرض ہیں۔

ماں باپ کے دل میں اپنی اولاد کے لیے بے حد رحمت و شفقت کا فطری جذبہ پایا جاتا ہے وہی فطری جذبات واحساسات ہیں جو بچوں کی دیکھ بھال، تربیت اور ان کی ضروریات کی کفالت پر انہیں ابھارتے

ہیں، ماں باپ کے دل میں یہ جذبات راسخ ہوں اور ساتھ ہی ساتھ اپنی دینی ذمہ داریوں کا بھی احساس ہو تو وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریاں احسن طریقے سے اخلاص کے ساتھ ادا کر سکتے ہیں۔

بچوں سے خطا ہو جانا کوئی اچنبھے کی بات نہیں، غلطی تو بڑوں سے بھی ہو جاتی ہے، ماحول کا بچوں پر اثر ہوتا ہے، ممکن ہے کہ غلط ماحول کی وجہ سے بچوں سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے، تو اس صورت حال کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے کہ بچوں سے غلطی کس وجہ سے ہوئی؟ اسی اعتبار سے انہیں سمجھایا جائے، تربیت میں میانہ روی اور اعتدال کا راستہ اختیار کرنا چاہیے، مربی کو اس بات سے باخبر ہونا چاہیے کہ اس وقت ان کیلئے نصیحت کارگر ہے یا سزا؟

تو جس قدر سختی اور نرمی کی ضرورت ہو اسی قدر کی جائے، بہت زیادہ سختی اور بہت زیادہ نرمی بھی بعض اوقات بگاڑ کا سبب بنتی ہے۔

پیار و محبت سے بچوں کی تربیت و اصلاح کا ایک واقعہ

حضرت عمر بن ابی سلمہ سے منقول ہے کہ، میں بچپن میں رسول اللہ ﷺ کے زیر تربیت اور زیر کفالت تھا، میرا ہاتھ کھانے کے برتن میں ادھر ادھر گھوم رہا تھا، یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا "اے بچے! اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنی طرف سے کھاؤ۔"

تربیت کے مراحل میں علم کی اہمیت

تربیت کے ساتھ ساتھ بچوں کیلئے جو سب سے اہم اور ضروری چیز ہے وہ تعلیم ہے، تعلیم ہی کے ذریعہ انسان کو دنیا میں آنے کا صحیح مقصد معلوم ہوتا ہے۔ خدا اور اس کے رسول ﷺ کی پہچان اور معرفت، آخرت، جنت، جہنم، ملائکہ، بعث بعد الموت کا علم، نیز صحیح اور غلط کی تمیز، حرام و حلال کا تصور، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی معرفت، آداب معاشرت کی اہمیت اسی علم دین کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ علم دین ہی ایک ایسا نور ہے جس کی روشنی سے انسان دنیا کی فلاح، آخرت کی دائمی کامیابی اور اللہ رب العزت کی رضا و خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔ اسی لیے خالق کائنات نے اپنے پیارے حبیب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے جبرئیل امین کی معرفت انسانوں کو جو سب سے پہلا پیغام دیا وہ علم ہی کا ہی پیغام تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"علم و حکمت عزت دار آدمی کو اور زیادہ عزت بخشتا ہے اور غلام کو بلند کرتے کرتے بادشاہوں کے تخت پر بٹھا دیتا ہے"۔

کسی نے خوب کہا ہے:

"دلوں کیلئے علم اسی طرح زندگی ہے جس طرح مینہ سے زمین زندہ ہو جاتی ہے، علم جہالت کو دل سے اسی طرح زائل کر دیتا ہے جس طرح چاند گھنے اندھیرے کو۔" علم ہی وہ نعمت ہے جس کی وجہ سے انسانوں کو ملائکہ (فرشتوں) جیسی عظیم الشان فوقیت مخلوق پر حاصل ہوئی۔ علم ہی وہ جوہر ہے جو انسانوں کی عزت و سربلندی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علم ہی کی بدولت انسانوں کو تمام کائنات میں افضل و اشرف بنایا اور زمین میں اپنی خلافت کا تاج پہنایا۔ علم کی بدولت ہی انسان کو اشرف المخلوقات (مخلوقات میں سب سے افضل) کا درجہ ملا ورنہ دیگر اوصاف میں تو حیوان بھی انسان کے شریک ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حقیقت میں انسان علم ہی کی وجہ سے دوسرے حیوانات پر شرف رکھتا ہے نہ کہ طاقت و قوت کی وجہ سے کیوں کہ طاقت میں دوسرے جانور انسان سے بڑھے ہوئے ہیں، نہ موٹاپے کی وجہ سے کہ ہاتھی موٹاپے میں زیادہ ہے، نہ بہادری کے وجہ سے کہ درندہ انسان سے زیادہ بہادر ہوتا ہے، نہ کھانے کی وجہ سے کہ کھانے میں بیل انسان سے بڑھ کر ہے، اور نہ صحبت کی خواہش کی وجہ سے کہ چڑیا اس میں انسان سے آگے ہے، معلوم ہوا کہ صرف علم کی وجہ سے انسان یہ شرف رکھتا ہے، اور یہ علم صرف انسان ہی کو بخشا گیا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر علماء نہ ہوتے تو لوگ جانوروں کے مانند ہوتے کیونکہ تعلیم اور علم ہی کے ذریعہ انسان حد بہیمیت سے نکل کر حد انسانیت کی طرف آتے ہیں۔

لہذا تمام والدین کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں اور ان کے تمام حرکات و سکنات پر گہری نگاہ رکھیں اور انتہائی حکمت و دانائی کے ساتھ بچوں کی ذہن سازی بھی کی جائے تاکہ ایک اچھی نسل تیار ہو جو والدین کے ساتھ ساتھ پوری قوم اور ملک و ملت کیلئے بھی فائدہ مند ثابت ہو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

سعدیہ کریم اسلامک سکالر

تعارف

حضرت ابوہریرہؓ کا شمار جلیل القدر صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے۔ان کا اصل نام عبدالرحمن تھا۔اپنی کنیت ابوہریرہؓ سے مشہور ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان کا نام عمیر رکھا تھا۔ان کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے:

عمیر بن عامر بن عبد ذی الشریٰ بن طریف بن غیاث بن لهنیہ بن سعد بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس۔

ان کا اصل نام جو کہ خاندان والوں نے رکھا تھا عبد شمس تھا۔وہ قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے تھے جو کہ یمن میں آباد تھا۔ان کی کنیت کی وجہ ان کی پالتو بلی تھی جسے رات کو ایک درخت میں رکھتے تھے اور صبح جب بکریاں چرانے جاتے تو ساتھ لے جاتے تھے۔ حضور ﷺ نے بلی کو ان کی آستین میں دیکھا تو یا اباھریرۃ کہہ کر مخاطب فرمایا۔روایات کے مطابق ان کی پیدائش 602ھ میں تہامہ میں ہوئی۔ بچپن میں ہی والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ فقر و افلاس کا دور تھا کچھ بڑے ہوئے تو بسرہ بنت غزوان کے پاس ملازمت اختیار کی جس کی اجرت صرف کھانا پینا تھا۔غزوہ خیبر کے زمانہ میں اپنے قبیلے کے ساتھ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔اس کے بعد ساری زندگی حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔اُن کا شمار اصحاب صفہ میں ہوتا تھا۔طبقات ابن سعد کے مطابق بعد میں بسرہ بنت غزوان سے ہی نکاح ہوا۔

نبی کریم ﷺ سے محبت و عقیدت

حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ کا بہت زیادہ ادب و احترام کرتے تھے۔ ہر وقت آپ ﷺ کے ساتھ رہنے کی کوشش کرتے۔ آپ ﷺ کی خصوصی توجہ کی وجہ سے آپؓ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ سب سے زیادہ احادیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ اگر حضور ﷺ کے چہرہ انور پر خوشی چھلکتی تو آپ بھی خوش ہوتے اور اگر حضور ﷺ کے چہرہ اقدس پر حزن و ملال کے آثار ظاہر ہوتے تو آپ بھی غمگیں ہو جاتے۔ باادب اس قدر تھے کہ بغیر طہارت کے بارگاہ رسالت میں حاضر نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی آپ ﷺ سے مصافحہ کرتے تھے۔

تعلیمی درسگاہ۔ صفہ (چبوترہ)

حضرت ابو ہریرہؓ کا شمار ان اصحاب میں ہوتا تھا جو صفہ چبوترے پر بیٹھے رہتے تھے۔ وہیں بیٹھ کر عبادت کرتے اور علم حاصل کرنے میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کا کوئی کسب معاش نہ تھا فاقوں پر فاقے سہتے تھے لیکن تحصیل علم سے پیچھے ہٹنے کو تیار نہ ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ احادیث کا علم حاصل کیا۔ ان کی مرویات کی تعداد باقی صحابہ کرامؓ سے بہت زیادہ ہے۔

والدہ کا قبول اسلام

آپؓ اپنی والدہ کا بے حد احترام کرتے تھے آپ نے 7 ہجری میں اسلام قبول کیا تھا لیکن آپ کی والدہ اسلام لانے سے برابر انکار کرتی رہتی تھیں۔ ایک دن حسب معمول انھوں نے اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دی تو والدہ نے شان نبوت میں کچھ نازیبا الفاظ استعمال کیے آپؓ روتے ہوئے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ بیان کیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی کریم ﷺ سے ماں کے قبول اسلام کے لیے دعا کی التجا کی۔ رحمت عالم ﷺ کی دعا قبول ہوئی گھر واپس گئے تو والدہ غسل کرکے تیار بیٹھی تھیں۔ آپ کو دیکھتے ہی کلمہ شہادت پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئیں۔ آپؓ فوراً کاشانہ نبوی ﷺ کی طرف پلٹے اور نبی کریم ﷺ کو اطلاع دی کہ آپ ﷺ کی دعا قبول ہو گئی اللہ تعالیٰ نے میری والدہ کو ہدایت عطا فرمائی۔

لباس و حلیہ

حضرت ابو ہریرہؓ کا رنگ گندمی تھا۔ شانے کشادہ اور دانت آبدار تھے۔ سامنے کے دو دانتوں کے

درمیان خلا تھا زلفیں رکھتے تھے جن میں زرد خضاب لگایا کرتے تھے۔
ان کا لباس عموماً سادہ ہوتا تھا صرف دو رنگین کپڑے استعمال کرتے تھے لیکن کبھی کبھی کتان وغیرہ کے قیمتی لباس بھی زیب تن فرماتے تھے۔

آپؓ کی فضیلت و عظمت

حضرت ابوہریرہؓ کو علم حاصل کرنے کا بہت زیادہ شوق تھا اور ان کا ذوق علم حرص کے درجہ تک پہنچ چکا تھا اس بات کا اظہار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا تھا۔
ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کے دن کون ایسا خوش قسمت ہوگا جو سب سے زیادہ آپ کی شفاعت کا مستحق ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری علم حدیث کی حرص کو دیکھ کر میں سوچتا تھا کہ یہ سوال تم سے پہلے کوئی نہیں کرے گا۔
عام طور پر صحابہ کرامؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال نہیں کرتے تھے اور ہمیشہ ڈرتے ہوئے پوچھتے تھے لیکن حضرت ابوہریرہؓ نہایت دلیری سے پوچھتے تھے۔
حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک شخص نے کہا کہ حضرت ابوہریرہؓ کثرت سے روایت کرتے ہیں کیا وہ صحیح ہوتی ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ ان کی روایات بالکل صحیح ہوتی ہیں تم ان میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ کرنا کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھنے میں بہت جری و بہادر تھے اس لیے وہ ایسے ایسے سوالات کرتے تھے جو ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں پوچھ سکتے تھے۔
حضرت ابوہریرہؓ جیسے خود علم حاصل کرنے کا شوق اور لگن رکھتے تھے اسی طرح وہ چاہتے تھے کہ ہر مسلمان کے دل میں طلب علم کا جذبہ پیدا ہو جائے اس مقصد کے لیے ایک دن بازار میں جا کر کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو پکارنے لگے کہ تمھیں کس چیز نے مجبور کر رکھا ہے کہ تم لوگ مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں نہیں جاتے جبکہ وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔ سب لوگ دوڑ کر مسجد نبوی میں پہنچے لیکن وہاں کوئی مادی میراث نہ تھی اس لیے واپس چلے گئے اور کہا کہ وہاں کچھ بھی تقسیم نہیں ہو رہا۔ البتہ کچھ لوگ نمازیں پڑھ رہے ہیں کچھ لوگ قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف ہیں۔ کچھ حلال و حرام پر گفتگو کر رہے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے جواب دیا کہ افسوس ہے تم لوگوں پر تم لوگ مادیت کے طلبگار ہو جبکہ یہی علم و عبادت تمھارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی میراث ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کا علمی مقام

حضرت ابوہریرہؓ کو سب سے بڑا عالم و حافظ حدیث ہونے کا شرف حاصل ہے وہ حدیث کا بحر

بیکراں تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے کہ ابوہریرہؓ ہم سب سے زیادہ احادیث جانتے تھے۔ امام شافعی فرماتے تھے کہ ابوہریرہؓ اپنے ہمعصر حفاظ حدیث میں سب سے بڑے حافظ تھے۔

علامہ ذہبی اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ ابوہریرہؓ علم کا ظرف تھے اور صاحب فتویٰ آئمہ کی جماعت میں بلند پایہ رکھتے تھے۔ حافظ ابن حجر العسقلانی کے مطابق ابوہریرہؓ اپنے ہمعصر رواۃ میں سب سے بڑے حافظ تھے اور تمام صحابہؓ میں کسی نے حدیث کا اتنا ذخیرہ فراہم نہیں کیا۔

حضرت ابوہریرہؓ خود بھی اپنی اس حیثیت کا اعتراف کیا کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی دعا

حضرت زید بن ثابت کا بیان ہے کہ ایک دن میں اور ابوہریرہؓ مسجد میں بیٹھے دعا اور ذکر خدا میں مشغول تھے کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے۔ ہم لوگ خاموش ہو گئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنا کام جاری رکھو۔ اس ارشاد پر میں اور دوسرا شخص ابوہریرہؓ سے پہلے دعا کرنے لگے اور حضور ﷺ اس بات پر آمین کہتے جاتے تھے اس کے بعد حضرت ابوہریرہؓ نے دعا کی کہ یا اللہ جو کچھ میرے ساتھی مجھ سے پہلے مانگ چکے ہیں وہ بھی مجھے دے اور وہ علم بھی عطا فرما جو کبھی فراموش نہ ہو۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے آمین کہا۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ نے حضور ﷺ اکرم سے عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اپنی چادر پھیلاؤ۔ آپ ﷺ نے اس چادر میں اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا اس کو سینہ سے لگالو۔''

کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں کبھی بھی نہیں بھولا۔

کتابتِ حدیث کا اہتمام

حضرت ابوہریرہؓ احادیث کے معاملے میں بہت احتیاط کرتے تھے۔ بھولنے یا الفاظ کے ردو بدل کے ڈر کی وجہ سے احادیث کو لکھ لیا کرتے تھے۔ فضل بن حسن اپنے والد حسن بن عمرو کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ

انھوں نے حضرت ابوہریرہؓ کو ایک حدیث سنائی تو انھوں نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا حسن نے کہا کہ میں نے یہ حدیث آپ سے ہی سنی ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ اگر مجھ سے سنی ہے تو ضرور میرے پاس لکھی ہوئی ہو گی چنانچہ ان کو اپنے ساتھ گھر لے گئے اور ایک کتاب دکھائی جس میں تمام احادیث درج تھیں اسی میں وہ حدیث بھی موجود تھی۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کتابت و حفظ حدیث کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی کثرت روایت کی وجہ سے کچھ لوگ ان پر شک بھی کرتے تھے۔ ایک دفعہ مروان نے ان کا امتحان لینے کا ارادہ کیا۔ پہلے سال امتحان لیتے ہوئے اپنے کاتب سے تمام احادیث لکھوائیں اور دوسرے سال دوبارہ امتحان لیا اور پہلے والی تحریر کے ساتھ موازنہ کیا تو دونوں میں کوئی فرق نہ پایا جس سے حضرت ابوہریرہؓ کی علمی ثقاہت واضح ہوگئی۔

خلفائے راشدینؓ کے ادوار میں حضرت ابوہریرہؓ کا مقام

خلفائے راشدین کے دور میں بھی حضرت ابوہریرہؓ اشاعت حدیث میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں بھی ان کی زندگی عسرت میں ہی گزری لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں انہیں بحرین کا عامل مقرر کیا۔ جس سے ان کے معاشی حالات بہتر ہوگئے اور ان کا فقر و افلاس ختم ہوا جب بحرین سے واپس آئے تو دس ہزار درہم ان کے پاس تھے۔ جس کی تحقیق کی گئی کہ وہ رقم کہاں سے حاصل ہوئی تو حضرت ابوہریرہؓ نے بتایا کہ گھوڑیوں کے بچوں، عطیات اور غلاموں کے ٹیکس سے۔ ان کا بیان صحیح ثابت ہوا تو حضرت عمرؓ نے انہیں دوبارہ ان کے عہدے پر فائز کرنا چاہا مگر انھوں نے انکار کر دیا کہ میں دوبارہ اس عہدے پر فائز نہیں ہونا چاہتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمھیں امارت قبول کرنے میں کیا مسئلہ ہے۔ حالانکہ اس کی خواہش تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی کی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ وہ اللہ کے نبی تھے اور ایک نبی کے بیٹے تھے۔ میں تو بیچارہ امیمہ کا بیٹا ہوں اور مجھے ڈر لگتا ہے کہ بغیر علم کے کوئی

بات نہ کردوں یا بغیر شرعی حجت کے کوئی فیصلہ نہ ہو جائے یا میری عزت خراب ہو مجھے مار دیا جائے یا میرا مال لوٹا جائے۔

حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں خاموشی کی زندگی بسر کی۔ حضرت عثمانؓ کی محصوری کے زمانہ میں ان کے ساتھ ان کے گھر میں موجود رہے اور لوگوں کو بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ:

''تم لوگ میرے بعد فتنہ اور اختلاف میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! اس وقت ہمارا طرز عمل کیا ہونا چاہیے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تمھیں امین اور اس کے حامیوں کے ساتھ ہونا چاہیے'' اس میں امین حضرت عثمانؓ کو کہا گیا تھا۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد بھی حضرت ابوہریرہؓ آپ ﷺ کے فرامین واحکام پر کس قدر عمل پیرا تھے۔

علالت ووصال

حضرت ابوہریرہؓ 57 ہجری میں مدینہ میں بیمار ہو گئے بہت سے لوگ ان کی عیادت کے لیے آیا کرتے تھے۔ بیماری کی حالت میں صرف یہی خواہش کرتے کہ جلد از جلد اس فانی دنیا سے نکل کر بقا کے گھر میں داخل ہو جائیں۔

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمنؓ ایک دن آپ کی عیادت کے لیے آئے اور دعا کی کہ اللہ آپؓ کو صحت عطا فرمائے تو آپؓ نے فرمایا کہ اے اللہ! مجھے اب دنیا میں نہ رکھ پھر حضرت ابوسلمہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ زمانہ بہت جلد آنے والا ہے۔ جب انسان سونے کے ذخیرے سے زیادہ موت کا طالب ہوگا۔ اگر تم زندہ رہو گے تو دیکھنا کہ جب آدمی کسی قبر پر گزرے گا تو خواہش کرے گا کہ کاش میں مردے کے بجائے اس قبر میں ہوتا۔

آپؓ اپنی بیماری کے دوران بہت رویا کرتے تھے۔ لوگوں نے رونے کی وجہ پوچھی تو بتایا کہ میں اس دنیا کی راحت ودلفریبی پر نہیں روتا بلکہ سفر آخرت کی طوالت اور اپنے زادِ راہ (اعمال) کی کمی پر آنسو بہاتا ہوں۔ اس وقت میں دوزخ اور جنت کے نشیب وفراز کے درمیان ہوں کچھ خبر نہیں کہ ان میں سے کون سا راستہ میرا مقدر ہوگا۔

آخری وقت میں اپنی تجہیز و تکفین کے متعلق ہدایات دیں کہ نبی کریم ﷺ کی طرح مجھے عمامہ اور قمیض پہنا کر دفن کیا جائے اور عرب کے پرانے دستور کے مطابق میری قبر پر خیمہ نہ لگایا جائے اور نہ ہی جنازے کے پیچھے کوئی آگ لے کر چلے۔ جنازہ لے جانے میں جلدی کی جائے اگر میں نیک ہوں گا

تو جلد اپنے رب سے ملوں گا اور اگر میں بد قسمت اور گناہگار ہوا تو ایک بوجھ تمھاری گردن سے دور ہو جائے گا۔

آپؓ نے 59 ہجری میں وصال فرمایا۔آپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے آپؓ کا جنازہ اٹھایا گیا ولید نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اس موقع پر اکابر صحابہؓ میں سے حضرت ابن عمرؓ اور ابو سعید خدریؓ موجود تھے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کے بیٹوں نے کندھا دے کر جنت البقیع پہنچایا اور وہیں آپ کو دفن کر دیا گیا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر 78 سال تھی۔آپ کے وصال کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے بیت المال سے دس ہزار درہم آپ کے ورثہ کو دلوائے اور حاکم مدینہ ولید کو ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔

تلامذہ و تعدد روایات

بہت سے صحابہ کرامؓ کو آپ کے تلامذہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔800 صحابہ کرامؓ اور تابعین کو شاگردی کا شرف ملا۔ جن میں حضرت انس بن مالکؓ، طاؤس بن کیسان اور تابعین میں محمد ابن سیرین شامل ہیں۔

آپ سے پانچ ہزار تین چوہتر (5374) احادیث مروی ہیں جن میں سے 446 بخاری شریف میں موجود ہیں۔

زہد و تقویٰ

حضرت ابوہریرہؓ کی ساری زندگی زہد و تقویٰ کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ ہر وقت صحبت مصطفی ﷺ میسر رہتی تھی۔ اسلام لانے کے بعد ہر غزوہ اور ہر سفر و حضر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔آپ بہت عبادت گزار، متقی اور پرہیز گار تھے۔ حضرت ابوالدرداء بیان کرتے ہیں کہ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز نفل ادا کیا کرتے تھے۔ دن کو روزہ رکھتے اور رات کا ایک تہائی حصہ عبادت میں مصروف رہتے پھر اپنی بیوی کو بیدار کرتے وہ رات کی دوسری تہائی عبادت میں مصروف رہتیں پھر وہ اپنی بیٹی کو بیدار کرتیں وہ رات کی تیسری تہائی میں عبادت کرتی اس طرح پوری رات ان کے گھر میں عبادت جاری رہتی تھی۔

الغرض یہ کہ نبی کریم ﷺ کے باقی تمام صحابہ کرامؓ کی طرح حضرت ابوہریرہؓ بھی علم و فضل اور زہد و تقویٰ کا چمکتا ہوا ستارہ تھے۔ جن سے امت مسلمہ قیامت تک فیضیاب ہوتی رہے گی۔

یومِ دفاعِ پاکستان

آمنہ ابرار

نگاہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے

اس دنیا میں آج تک ہونے والے تمام جھگڑے اور تمام جنگیں اپنے پیچھے کوئی نہ کوئی حق و باطل کی داستان رکھتی ہیں۔ جس دن ابلیس نے خدائے بزرگ و برتر کے سامنے" نہ "کہنے کی جرات کی اسی دن سے ایک جانب حق اور دوسری طرف باطل کی قوت وقوع پذیر ہو گئی۔

یوں وقت گزرتا گیا کبھی موسی نے فرعون کا سامنا کیا تو کبھی ابراہیم نے نمرود کا۔ کبھی صالح کو عاد و ثمود سے برسر پیکار دیکھا گیا تو کبھی حسینؑ کو یزید سے نبرد آزما پایا گیا۔

غرض یہ کہ

حق نے حق کو کہنا نہ چھوڑا
باطل نے ہزاروں چالیں چل دیں

وقت کے بے رحم پنجوں نے ہزارہا قافلوں کو لٹتے دیکھا مگر آخری فتح ہمیشہ حق نے سمیٹی۔

ہر دور کے یزید نے یہی سمجھا تھا کہ وہ جیت گیا مگر ہر دور میں لعنت اس کا مقدر ٹھہری۔اور ندائے ہاتف ائی 'وتعز ومن تشاء وتذل من تشا'حق و باطل کے ان تمام معرکوں میں ایک قدر مشترک تھی اور وہ تھی عاجزی کا غرور کے خلاف مقابلہ۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور، شاہین کا جہاں اور

آج سے تقریبا59 سال پہلے ایک بار پھر ایک مغرور قوم کی فرعونیت نے جوش مارا۔ غرور کا تاج پہنے مگر گیدڑ کا حوصلہ رکھتے ہوئے اس قوم کی فوج 1965 میں ستمبر کی ایک شب کی تاریک سیاہی میں چوروں کی طرح لاہور سے منسلک بارڈر سے اپنے ناپاک عزائم کے ساتھ پاک سرزمین میں داخل تو ہوگئی مگر وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ پاک فوج ایک فولادی مزاحمت رکھتی ہے اور یوں وہ جرات، ہمت اور عزم کی چٹانوں سے ٹکرا کر بکھر گئی۔

مسلمانوں کے ہاتھوں بار بار رسوا ہونے کے باوجود ہندو قوم کو ہوش نہیں آیا کہ وہ جس قوم سے ٹکرا رہے ہیں وہ کٹ تو سکتی ہے لیکن جھک نہیں سکتی۔

پاکستان کے جری دلیر، بہادر سپوتوں نے شجاعت کی انمٹ داستان رقم کی اور دشمن کے غرور اور زعم کو خاک میں ملا دیا۔اور پوری قوم پاکستانی افواج کے شانہ بشانہ سیسہ پلائی دیوار ثابت ہوئی۔یہ ایک حقیقت ہے کہ جنگ محض ہتھیاروں سے نہیں، جذبوں سے جیتی جاتی ہے۔اور اس وقت یہ جذبہ پاکستانی قوم میں بیدار تھا۔

بھارت نے 6 ستمبر 1965 کو رات کے وقت پاکستان پر حملہ کیا تو اس کا خیال تھا کہ راتوں رات پاکستان کے اہم علاقوں پر قبضہ کر لیں گے۔ لیکن انہیں اندازہ نہیں تھا کہ شیر سویا بھی ہو تو شیر ہی ہوتا ہے۔

اور پھر وہ ہوا جسے چشم فلک نے صدیوں بعد دیکھا

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

مٹھی بھر پاکستانی فوج نے دشمن کے چھکے چھڑا دیے۔ صبح کا ناشتہ لاہور میں کرنے کا خواب دیکھنے والے ساری زندگی کا کھانا بھول گئے۔ اور ہر محاذ پر عبرت ناک شکست کا سامنا کرتے ہوئے اقوام متحدہ میں سیز فائر کی بھیک مانگنے چلے گئے۔ لاہور کے بارڈر سے لے کر سندھ تک اور کشمیر سے لے کر گلگت بلتستان تک پاک فوج نے ان گدڑوں کو انچ بھر بھی پاکستان میں آنے نہ

دیا۔ بلکہ کشمیر اور بھارتی پنجاب میں کئی میل تک پاک فوج کے دستے جا پہنچے۔ پاک دھرتی کے محافظ اور اس زمین کے بیٹے دشمن کی راہ میں آہنی دیوار بن گئے۔ توپوں اور ٹینکوں کے رخ موڑ دیے۔ دشمن کے قدم وہیں روک دیے۔ اور وہ شعلے جو ہمارے لیے بھڑکائے گئے تھے دشمن کو اسی میں دھکیل کر راکھ کر دیا۔ اور دشمن کے ناپاک عزائم کو رزقِ خاک بنادیا۔

اور یہ ثابت کر دیا کہ

میرے تن کے زخم نہ گن ابھی
میری آنکھ میں ابھی نور ہے
میرے بازوؤں پر نگاہ کر
جو غرور تھا وہ غرور ہے

وہ تو جب عالمی برادری نے مداخلت کی تو بھارت نے غیور پاکستانی افواج سے اپنے علاقے بھیک کی طرح واپس لیے۔

اور یوں 6 ستمبر یوم دفاعِ پاکستان کے نام سے منسوب ہوا۔ ہمارے سینکڑوں نوجوانوں میں مادر وطن کی حفاظت کے لیے اپنی جانوں کا نظرانہ پیش کیا۔ اور دشمن کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کر کے ان 17 دنوں کو ہماری تاریخ کا زندہ جاوید باب بنادیا۔

ستارہ جرات نشان حیدر اور ستارہ امتیاز کی داستان ہو تو آج بھی ہم اپنے شہیدوں کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں۔ اسی معرکہ میں پاکستان کے تین شہروں لاہور سرگودھا اور سیالکوٹ کو ہلالِ استقلال سے بھی نوازا گیا۔

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوِئے قاتل میں ہے

پھر دنیا نے یہ منظر بھی دیکھا کہ میری ملت کے محافظوں نے جرات اور بہادری کا مظاہرہ کیا اور چونڈہ کے مقام پر ٹینکوں کا سب سے بڑا قبرستان بناڈالا۔ شہادت کے متلاشی اور میرے وطن کے شاہین اڑے اور ایک منٹ سے بھی کم وقت میں دشمن کے پانچ طیاروں کے پرخچے اڑادیئے۔

اور دشمن کو یہ پیغام دیا کہ

خون دل دے کے نکھاریں گے رخ برگ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

اس دن ہمیں اپنے عہد رفتہ کے شیر دل جوانوں کے کارنامے یاد آتے ہیں۔ میجر راجہ عزیز بھٹی جیسے نوجوانوں کی صورت میں شیر کی للکار سنائی دیتی ہے تو وطن کی عظمت پر اپنا سب کچھ لٹاتے، سوار محمد حسین کی شان بھی واضح ہے۔

قربانی کی لازوال مثالیں قائم کرتے ہوئے کچھ شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے تو کچھ غازی بن کر سرخرو ہوئے

قوم کے بہادر سپوتوں نے جرات اور بہادری کا ایسا مظاہرہ کیا کہ فضائے بدر کی یاد تازہ ہو گئی۔

اے عرض وطن آج بھی اپنا یہ عہد ہے
ہم حرف وفا خون سے تحریر کریں گے

6 ستمبر کا یہ دن ہمیں دو پیغام دیتا ہے۔ اول یہ کہ ہم اپنا مقصد حیات اور حب الوطنی اپنے آباؤ اجداد سے سیکھیں۔ اور دوسرا یہ کہ اپنے وطن کے دفاع کے لیے ہر وقت تیار رہیں اور کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کریں۔

یوم دفاع پاکستان دراصل ہمارے عزم، حوصلے اور محبت وطن کی علامت ہے۔

یوم دفاع پاکستان نہ صرف ہماری عسکری تاریخ کا ایک اہم دن ہے بلکہ یہ ہمیں اتحاد، یکجہتی، اور قربانی کی اہمیت کا بھی درس دیتا ہے۔ یہ دن ہمیں یہ یاد دلاتا ہے کہ ہم سب کو مل کر اپنے وطن کی حفاظت کرنی ہے اور دشمن کے ناپاک ارادوں کو ناکام بنانے کے لیے ہمیشہ تیار رہنا ہے۔ تاکہ ہمارا پیارا وطن ہمیشہ قائم ودائم رہے۔

ستمبر 1965 کی کی جنگ پاک دھرتی کے ان بہادر سپوتوں کی داستان ہے کہ جو اپنی دھرتی کی طرف اٹھنے والی ہر انگلی کو توڑنے اور اسے میلی نگاہ سے دیکھنے والی ہر آنکھ کو پھوڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اور اس کی عملی تصویر ہیں کہ

ہم جنون گردش کے رخ کو موڑ دیتے ہیں
ہم وہ ہیں جو ظلم کے پنجوں کو توڑ دیتے ہیں
نہ دیکھنا میرے اس وطن کو کبھی میلی نگاہ سے
ورنہ زمانہ گواہ ہے ہم ایسی آنکھیں اکثر پھوڑ دیتے ہیں

لیکن افسوس کہ وہ جذبہ جو 1965 کی جنگ میں پاکستانی قوم میں موجود تھا آج پاکستانی قوم اس

جذبہ جرأت وشجاعت سے عاری نظر آتی ہے۔اور اپنی نسلوں کو اپنی اقدار کا دفاع کرنا سکھانے میں ناکام رہی۔

ہم جن کو حکم اذاں پر پربت شکن بننا تھا وہ ضمیر فروش بن گئے۔ ہم اقبال کے شاہین، ملک کے معمار تھے جن کو ستاروں پر کمند ڈالنا تھی وہ بجلی چوری کرنے کے لیے کنڈے ڈالنے لگے

جن کے نعروں سے قیصر و کسریٰ کے ایوان لرز جاتے تھے، جن کی بے رحم شمشیروں سے دشمن کے دل دہل جاتے تھے آج وہی شمشیریں زنگ آلود ہیں کہ

اقبال تیری قوم کا اقبال کھو گیا

لیکن اگر آج بھی پاکستانی قوم اپنی میراث کو جان لے تو ترقی یافتہ قوموں کی صفِ اول میں آنے سے اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔

کیونکہ ان پر سایۂ شمشیرِ حیدر رہے۔ یہ تو وہ قوم ہے جس کے بہادر سپوتوں نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے کبھی میجر عزیز بھٹی بن کر تو کبھی مقبول حسین بن کر کہ جس کی زبان کاٹ دی جاتی ہے جس کے ناخن چیر دیے جاتے ہیں اور پاکستان مردہ باد کہنے پر مجبور کیا جاتا ہے لیکن وہ اپنی زبان کے بہتے لہو سے دیوار زندان پر لکھتا ہے' پاکستان زندہ باد'۔

آج پھر سے اسی جذبے کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان آج بھی دشمن کی آنکھوں میں کھٹک رہا ہے۔اسے پاکستان کا وجود گوارا نہیں اب وہ سرحدوں پر حملہ کرنے کی بجائے ملک کے اندر ہی مسلمان بھائیوں کو لڑانے کی سازشیں کر رہا ہے۔

آیئے اس دن پر ہم سب یہ عہد کریں کہ ہم اپنے ملک کی ترقی، خوشحالی اور سلامتی کے لئے بھرپور محنت کریں گے۔ ہم اپنے شہداء کی قربانیوں کو رائیگاں نہیں جانے دیں گے اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے وطن کی خدمت کریں گے۔ دشمن کے ناپاک منصوبے خاک میں ملا دیں گے اور پاکستان کا دفاع ہر قیمت پر کریں گے یہی 6 ستمبر کا پیغام ہے

اے ارض وطن ہم تیری عظمت کے ہیں قائل
اونچا تیرا دنیا میں علم کرکے رہیں گے

پاکستان زندہ باد!

وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین

رابعہ فاطمہ

یوں تو اللہ کریم کا بھیجا ہوا ہر نبی رحمت الٰہیہ کا مظہر ہے کہ اللہ نے انسانیت کی رشد و ہدایت کے لیے انہیں بھیجا ورنہ دنیا جہالت کے گہرے گھڑے میں گر گئی ہوتی مگر اللہ پاک نے انبیاء کو بھیج کر نسل انسانی پر رحمت کا نزول فرمایا اور انسانوں کو فلاح کا راستہ دکھلایا۔ لیکن کریم اللہ نے جو احسان رحم اور شفقت کا مظاہرہ رسول خدا محمد مجتبیٰ ﷺ کو دنیا میں مبعوث فرما کر کیا ہے۔ اس کا احسان دنیا کے سارے انسان تو کیا پوری کائناتیں بھی مل کر نہیں اتار سکتیں کہ آقا علیہ السلام کی ذات بابرکات کس قدر رحمتوں والی عظمتوں والی اور عنائیتوں والی ہے۔ جس قدر بھی ہم اللہ کا شکر ادا کریں حق ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ اس احسان عظیم کا کہ ایک تو آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام اللہ کے محبوب اللہ کے آخری نبی اور سب سے بڑھ کر وہ رحمۃ للعالمین ہیں۔ کل جہانوں کے لیے رحمت، سراپا رحمت، اللہ کی رحمت کے کامل مظہر۔ ان کی رحمت بے حساب و بے کنار ہے۔ اس کا کچھ شمار نہیں۔ ان کی رحمت نہ صرف گناہگاروں، خطاکاروں عام لوگوں، خواتین بچوں، فقیروں، خادمین، جانی دشمنوں، کفار و مشرکین، چرند پرند، حشرات بلکہ کائنات کے ہر ہر ذرے کے لیے ہے۔

ہر کسی کے لیے اس رحمت میں حصہ موجود ہے۔ کوئی بھی اس رحمت الٰہی کے فیض سے محروم نہیں۔ ہر کسی کو حصہ ملا ہوا ہے۔ پھر چاہے وہ کوئی اپنا ہو یا غیر کیونکہ اس دریائے رحمت سے کوئی بھی

خالی نہیں لوٹتا۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت رحمت، آپ ﷺ کی رسالت رحمت، آپ ﷺ کی بعثت رحمت، آپ ﷺ کی تعلیمات رحمت، آپ ﷺ کا دین رحمت، آپ ﷺ کی حیات مبارکہ رحمت، آپ ﷺ کا زمین پر آنا رحمت، آپ ﷺ کے احوال آپ ﷺ کے اقوال آپ ﷺ کے افعال رحمت۔ آپ ﷺ کا اسلام رحمت، آپ ﷺ کا قرآن رحمت، رہنا رحمت، آپ ﷺ کا گنبد خضرا رحمت، آپ ﷺ کی آل رحمت، آپ ﷺ کے اصحاب رحمت، آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قیامت میں شفاعت کرنا رحمت، آپ ﷺ کا حوض کوثر رحمت غرضیکہ آپ ﷺ سراپا رحمت ہی رحمت ہیں۔

اللہ رب العالمین ہے وہ اپنی ربوبیت کو رحمن ورحیم کی صفت کے ساتھ قرآن میں ذکر کرتا ہے اور رحمت والی صفت کو غالب دکھاتا ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم۔

اسی طرح آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مبارکہ آپ ﷺ کی احادیث و افعال میں بھی غالب رحمت کا وصف ہی ہے۔ آپ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات کو بھی اگر بغور دیکھا جائے تو وہ بھی رحمت، شفقت، نرمی، عفو در گزر پر ہی زور دیتی نظر آتی ہیں کیونکہ آپ ﷺ سراپا رحمت ہی رحمت ہیں۔ دین اسلام کی پہلی سیڑھی اسلام ہے جو کہ سلامتی سے ہے دوسری سیڑھی ایمان ہے وہ امن سے ہے۔ تیسری سیڑھی احسان ہے وہ حسن سے ہے۔

دین اسلام کی تینوں سیڑھیوں پر صرف سلامتی، امن اور حسن ہے جو کہ رحمت و شفقت کی شکلیں ہیں۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام چونکہ خود رحمت ہیں۔ اس لیے وہ انسانیت کے لیے آسانیاں اور شفقتیں بانٹنے والے ہیں۔ رحمن ورحیم رب ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔

اور اگر آپ تندخو اور سخت دل ہوئے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے۔ (آل عمران: ۱۵۹)

یعنی آپ ﷺ کی محبت و شفقت کی وجہ سے لوگ آپ ﷺ کی جانب کھچے چلے آتے ہیں اور جو آجاتا ہے وہ پھر کہیں اور جا ہی نہیں پاتا۔ اتنی محبت و شفقت رحمدلی چھوڑ کر کہاں جائے۔ آپ ﷺ کے سراپا رحمت ہونے کا عالم یہ ہے کہ اگر کوئی بھی انسان معمولی سی کسی تکلیف یا پریشانی میں ہو تو اس کا دکھ یا درد یا تکلیف آقا علیہ السلام اپنی جان پر محسوس کرتے ہیں کیونکہ آقا کریم ﷺ رحمت تو ہر کسی کے لیے ہیں لیکن مومنین کی تو جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ.

یہ نبی مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب اور حقدار ہیں۔ (الاحزاب: ٦)

یعنی ہماری جانیں بھی ہم سے دور ہیں لیکن کریم و شفیق آقا علیہ الصلوۃ والسلام ہماری جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ ہم سے اسی لیے ہماری تکلیف دکھ درد کو گنبد خضریٰ کے مکین رحیم آقا ﷺ اپنی جان پر محسوس کرتے ہیں۔ اسی لیے شاعر نے کہا:

فریاد جو امتی کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

حدیث مبارکہ میں آتا ہے میرے امتی کو اگر کانٹا بھی چبھے تو اس کی تکلیف مجھے ہوتی ہے۔ اس قدر کوئی کریم ہے اپنے امتیوں پر کہ ذرا سی تکلیف بھی ان کی برداشت نہیں ہوتی۔ قربان جائیں ان کی کریمی و رحیمی پر۔ ساری ساری رات اللہ رب العزت کی بارگاہ میں التجائیں کرتے مولا میری امت کو بخش دے قدمین مبارکہ متورم ہو جاتے مگر امت کا غم اس قدر ہوتا کہ اگلی رات پھر خدالم یزل کی بارگاہ میں کھڑے ہو جاتے اس قدر محبت تو والدین تو والدین انسان خود بھی اپنی ذات سے نہیں کرتا جتنی محبت شفقت رسول اللہ ﷺ اپنے امتیوں سے کرتے ہیں اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ (التوبۃ: ١٢٨)

بے شک تمھارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول تشریف لائے۔ تمھارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں گزرتا ہے (اے لوگو) وہ تمھارے لیے بھلائی اور ہدایت کے لیے بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لیے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔

آپ ﷺ کے رحمۃ للعالمین ہونے پر قربان جایئے کہ آپ ﷺ کو کسی چیز کی آرزو نہیں سوائے اس کے کہ آپ ﷺ کے امتی ہدایت کے راستے پر چلیں آپ ﷺ رحمت ہر کسی کے لیے تو ہے خصوصی طور پر مومنین کے لیے تو انتہائی شفیق و رحیم ہیں۔

دنیاوی دکھ تکلیف تو عارضی ہیں وہ جب آپ ﷺ پر گراں گزرتے ہیں تو دوزخ کی طرف اگر کوئی امتی جا رہا ہو تو سوچیں آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو کس قدر رنج ہو گا اسی لیے اتنے دکھ درد تکلیفیں کفار کی طرف سے ملنے کے باوجود کبھی بددعا نہیں کی۔ اس سے بڑھ کر اور کیا رحمت ہو گی وہ سراپا رحمت ہیں۔

اللہ پاک نے حضور نبی اکرم ﷺ کو نہ صرف مسلمان اور مومنین کے لیے رحمت بنایا ہے

بلکہ کل جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔ یہ آپ ﷺ کی شان ہے کہ آپ ﷺ کی موجودگی کی وجہ سے ہی کفار و مشرکین پر بھی اللہ اپنا عذاب نہیں بھیجتا کہ اس کے محبوب کا وجود باعث رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔

اور (درحقیقت بات یہ ہے کہ) اللہ کی یہ شان نہیں کہ ان پر عذاب فرمائے درآنحالیکہ (اے حبیب مکرم) آپ بھی ان میں (موجود) ہوں۔ (الانفال: ۳۳)

یعنی کفار و مشرکین سخت عذاب کے مستحق ہونے کے باوجود عذاب سے مامون ہیں تو اس کی وجہ صرف آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سراپا رحمت ذات مبارکہ ہے۔

حضرت عقبیٰ بن عامرؓ فرماتے ہیں جب ہم آقا علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھتے تو آپ ﷺ قیام میں تخفیف کر دیا کرتے تاکہ پیچھے کھڑے لوگ مشکل میں نہ پڑیں لیکن ایک موقع پر آپ ﷺ نے قیام طویل کر دیا ہمیں کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا کہ آپ ﷺ کیا پڑھ رہے ہوں۔ سوائے ان کلمات کے۔

رب وانا فیہم اے میرے رب! میں ان میں موجود ہوں۔ اے میرے اللہ جبکہ میں ان میں موجود ہوں۔

صحابہ کرامؓ سمجھ گئے کہ یہ اسی آیت کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی آقا علیہ السلام کا وجود مبارکہ باعث رحمت ہے۔ صحابہ کرامؓ نے نماز کے بعد قیام کی طوالت کے بارے میں پوچھا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم لوگوں سے آخرت کے دن کے لیے جس جس شے کا وعدہ (جنت و دوزخ) کیا گیا ہے۔ ان میں سے ہر چیز اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز کی حالت میں دکھادی حتیٰ کہ دوزخ بھی میرے سامنے لائی گئی۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ دوزخ کا کوئی شعلہ اٹھ رہا ہے اور مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں وہ میری امت کو اپنی لپیٹ میں نہ لے لے۔ اس لیے میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: رب وانا فیھم رب وانا فیھم یعنی میں ان میں موجود ہوں ان پر عذاب نہ اتارنا۔

قربان جائیں ان کی شان رحیمی و کریمی پر کہ کیسے ان کے قلب میں امت کا خیال احساس ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لیے ایک ڈھال ہیں۔ بے حد مضبوط پناہ ہیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فصرفھا عنکم۔

پس اللہ تعالیٰ نے اسے تم سے ہٹادیا۔ اللہ اللہ! جبکہ ہم ایسے کریم رحیم محبت کرنے والے محبوب کے امتی ہیں تو ہمیں بھی ان کی محبت کا جواب انتہائی محبت واحترام اور سب سے بڑھ کر اطاعت رسول سے دینا چاہیے تاکہ ان کے قلب رحمت پر قیامت والے دن ہمارے برے اعمال کو دیکھ کر رنج نہ ہو۔

ایسے کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر بڑھ چڑھ کر خوشیاں منانی چاہیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عہد وفا نبھانے کا عزم مصمم کرنا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری پر مکمل عمل پیرا ہونا چاہیے اپنی طرف سے پوری دیانتداری کے ساتھ شریعت کے مطابق زندگی گزارنی چاہیے تاکہ قیامت والے دن حبیبِ خدا ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے راضی ہو جائیں۔ اللہ کی بارگاہ میں شکر بجا لانا چاہیے۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ مولا ہم گناہگار، عاجز، ناقص انسان ہیں تو رحیم ہے کریم ہے اپنے محبوب رحمۃ للعالمین کی ولادت کے صدقے ہمیں توفیق کاملہ عطا فرما کہ ہم تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے پر چل سکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے راضی ہو جائیں قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ رحمت میں ہمیں رکھنا۔ آمین

امن عامہ کی ضرورت واہمیت

صدف مقبول

پاکستان ایک ایسی قوم ہے جو مختلف چیلنجز کا سامنا کر رہی ہے اور ان میں سب سے بڑا چیلنج امن عامہ کا ہے۔ آج اس موضوع پر قلم اٹھاتے ہوئے شدت سے اس بات کا احساس ہوا کہ پاکستان میں موجودہ امن و عامہ کی صورتحال بانی پاکستان اور ساتھیوں کی تکلیف کا باعث بنتی ہوگی۔ 14 اگست 1947 کو معرض وجود میں آنے والا یہ وہ ملک ہے جس کے لیے جدوجہد کرنے والوں نے ایک پرامن اور پروقار معاشرے کا خواب دیکھا تھا آج سیاسی، مذہبی، معاشرتی اور معاشی انتشار کے عمیق گڑھے میں گر چکا ہے۔ جب امن میں کمزوری اور بگاڑ پیدا ہو جائے تو شیطانی خباثت اور اس کے انسانی اور جری لشکروں کے کھیل تماشے ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے گماشتوں کو ہر راہ پر کھڑا کر دیتا ہے، بشر کو گمراہ کرنے میں لگ جاتے ہیں، انسان ان کو ہلکا سمجھ کر ان کی باتوں میں آجاتا ہے ۔شیطان انسان کو گمراہ کرنے کے لیے اپنی مہارت آزمانا شروع کر دیتا ہے قرآن مجید میں ہے۔

”میں ضرور ہی ان کے لیے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا ۔ پھر میں ہرصورت ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کی دائیں طرف سے اور ان کی بائیں طرف سے آؤں گا اور تو ان کے اکثر کو شکر کرنے والے نہیں پائے گا۔)“

(اعراف16-17)

امن عامہ کی ضرورت اور اہمیت ایک مضبوط اور مستحکم معاشرے کے لیے نہایت اہم ہے، اور اس کی بگڑتی ہوئی صورتحال ہمارے ملک کی ترقی اور فلاحی مقاصد کو انفرادی اور اجتماعی ہر سطح پر براہ راست متاثر کر رہی ہے۔

امن عامہ بنیادی طور پر کسی بھی ملک کی معیشت، سماج، اور سیاست کے استحکام کی ضمانت ہے۔ یہ وہ حالت ہے جس میں شہریوں کو روزمرہ کی زندگی میں خوف و ہراس، تشویش، یا عدم تحفظ کا سامنا نہ ہو۔ امن معاشرے کی ایسی کیفیت کا نام ہے جہاں روزمرہ کے معاملات معمول کے ساتھ بغیر کسی پرتشدد اختلافات کے چل رہے ہوں۔ یعنی ایسا معاشرہ جہاں زندگی کے معاملات پرسکون اور صحت مندانہ طریقے سے جاری و ساری ہوں۔

یوں تو دنیا کے ہر مذہب اور ثقافت نے امن و عامہ کی صورتحال پر بہت زور دیا ہے مگر اسلام بحیثیت قومی مذہب پاکستانیوں سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہم دین اسلام کے بتائے ہوئے امن و عامہ اور بین المذاہب محبت کے پرچم کو بلند کرتے ہوئے پاکستان کو ایک فلاحی اسلامی ریاست بنانے کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ پاکستان میں امن عامہ کی ضرورت کا اندازہ ہمیں مختلف پہلوؤں سے ہوتا ہے جن کے چیدہ چیدہ نکات درج زیل ہیں:

ا۔ معاشرتی استحکام: امن عامہ کی عدم موجودگی میں معاشرتی استحکام متاثر ہوتا ہے۔ تشویش، خوف، اور عدم تحفظ کی وجہ سے لوگوں کی روزمرہ کی زندگی مشکلات کا شکار ہوتی ہے۔ امن و عامہ کی صورتحال میں کمی شہریوں میں بے یقینی کی اس کیفیت کو جنم دیتی ہے جو نفسیاتی دباؤ کے ساتھ ساتھ ان کے اندر موجود صلاحیتوں کو معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنے سے مانع رکھتی ہے۔ بین المذاہب اور بین المسالک ہم آہنگی کے لیے عین ضروری ہے کہ حکومت وقت حکومتی اور معاشرتی سطح پر امن و عامہ اور محبت کے فروغ کے لیے کانفرنسز ڈائیلاگ اور پروگرام کا انعقاد کرے۔ مذہبی تنفر اور فتوی بازی سے گریز کرتے ہوئے علماء کرام کو معاشرے میں مذہبی رواداری اور محبت کے فروغ کے لیے اہم کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ سیاسی انتشار بھی امن و عامہ کی کمی کا

ایک بہت بڑا سبب ہے۔ معاشرے کے 99 فیصد افراد ایک فیصد سیاسی اشرافیہ کے ہاتھوں اس استحصال کا شکار ہیں کہ آئے روز دہشت گردی لوٹ مار عفت ریزی اور خودکشیوں کا ایسا بازار گرم ہے جو ہماری موجودہ نسل کو ذہنی اور جسمانی طور پر تو مفلوج کر ہی رہا ہے مگر ہماری آنے والی نسلوں کا مستقبل بھی تاریک کر رہا ہے۔ اسی تناظر میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے چند سال پہلے Curriculum for Peace and Counter Terrorism کے نام سے معاشرے کے مختلف طبقات کے لیے فکری و ذہنی انتشار کو ختم کرنے کے لیے ایک ایسا نصاب مہیا کیا کہ جس کو اگر ہم اپنے تعلیمی اداروں میں نافذ کر دیں تو بہت حد تک فکری اور ذہنی بے یقینی کا خاتمہ ممکن ہے جو امن و عامہ کی راہ ہموار کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔

۲۔اقتصادی ترقی: جب امن عامہ برقرار نہیں رہتا تو معیشت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ سرمایہ کار عدم تحفظ کی وجہ سے سرمایہ کاری کرنے سے گریز کرتے ہیں، جس کی وجہ سے اقتصادی ترقی کی رفتار سست ہو جاتی ہے۔ نوکری کی تلاش میں سرگرداں افراد بین الاقوامی ہجرت کو ترجیح دیتے ہیں۔ سرمایہ داری میں کمی غربت میں اضافے اور افراط زر میں کمی کا باعث بنتی ہے۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر قومی تذلیل کی ایک بڑی وجہ معاشرے میں امن عامہ کی قلت بھی ہے۔ محفوظ معاشرہ بین الاقوامی سرمایہ داری اور پرسکون ماحول میں حلال رزق کمانے کا ماحول فراہم کرتا ہے ۔

۳۔ قانون کی حکمرانی: امن عامہ کی بگڑتی صورتحال میں قانون کی حکمرانی کمزور ہو جاتی ہے۔ جرائم کی بڑھتی ہوئی شرح اور قانون کی عملداری کی کمزوری سے معاشرت میں افراتفری پھیلتی ہے۔ ایسی صورتحال میں خانہ جنگی ,دہشت گردی اور بین الاقوامی سازشیں قوموں کا شیرازہ بکھیر دیتی ہیں۔امن عامہ کی موجودگی میں قانون اور انصاف کی عملداری بہتر ہوتی ہے۔ انصاف کا نظام درست طریقے سے کام کرتا ہے اور عوام کے حقوق کا تحفظ ہوتا ہے۔

۴۔تعلیمی اور صحت کی سہولتیں: امن عامہ کی عدم موجودگی کی صورت میں تعلیمی ادارے اور صحت کی سہولتیں براہ راست متاثر ہوتی ہیں۔ تعلیمی اداروں میں طلباء کی حفاظت کی کمی اور صحت کی سہولتوں کی فراہمی میں مشکلات معاشرے کی علمی اور فکری استعداد میں کمی کا باعث بنتی ہے۔ بہترین تعلیمی نظام میں جہاں منظم اور اعلی معیار کا حامل نصاب اہمیت رکھتا ہے وہیں طلبہ و طالبات کا محفوظ ماحول میں تعلیم حاصل کرنا ان کی استعداد کو بڑھاتا ہے۔ اس کے لیے کارین کو شیخ الاسلام کا دیا گیا Curriculum on Peace and Counter Terrorismسے استفادہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

پاکستان میں امن عامہ کی بگڑتی صورتحال ایک سنگین مسئلہ ہے جو مختلف عوامل کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اس صورتحال کے چند اہم پہلو درج ذیل ہیں:

۱۔ دہشت گردی: پاکستان میں دہشت گردی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ دہشت گرد تنظیمیں مختلف مقامات پر حملے کرتی ہیں، جس کی وجہ سے امن عامہ کی صورتحال متاثر ہوتی ہے۔ دہشت گردی کی کارروائیوں سے شہریوں میں خوف و ہراس بڑھ جاتا ہے اور معیشت پر بھی منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

۲۔جرائم کی بڑھتی ہوئی شرح: پاکستان میں جرائم کی شرح میں اضافہ ہوا ہے۔ ڈاکے، قتل، اغواء، اور دیگر جرائم میں اضافہ ہوا ہے، جس کی وجہ سے شہریوں کی حفاظت کا مسئلہ سنگین ہو گیا ہے۔

۳۔ فرقہ واریت اور مذہبی شدت پسندی: پاکستان میں فرقہ واریت اور مذہبی شدت پسندی بھی امن عامہ کی بگڑتی ہوئی صورتحال کی وجوہات میں شامل ہیں۔ مختلف مذہبی اور فرقہ وارانہ گروہوں کے درمیان جھگڑے اور تشویش ناک حالات پیدا ہوتے ہیں،

جو امن عامہ کے لیے خطرہ ہیں۔

۵۔معاشرتی عدم مساوات: معاشرتی عدم مساوات اور اقتصادی فرق بھی امن عامہ کی بگڑتی صورتحال میں بڑا کردار ادا کرتے ہیں۔ امیر اور غریب کے درمیان فرق بڑھتا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے سماجی تناؤ اور کشیدگی بڑھ رہی ہے۔

امن عامہ کی بگڑتی صورتحال کو بہتر بنانے کے لیے مختلف اقدامات اٹھائے جا سکتے ہیں:

۱۔قانون کی مضبوطی: قانون نافذ کرنے والے اداروں کی کارکردگی کو بہتر بنانا اور ان کے وسائل کو بڑھانا ضروری ہے۔ پولیس کو جدید ٹیکنالوجی سے لیس کرنا اور تفتیشی عمل کو مؤثر بنانا امن عامہ کو بہتر بنا سکتا ہے۔

۲۔دہشت گردی کے خلاف اقدامات: دہشت گردی کے خلاف سخت اقدامات اٹھانا ضروری ہے۔ انٹیلی جنس اداروں کو مضبوط کرنا، دہشت گردوں کے خلاف کارروائیاں تیز کرنا، اور سرحدی نگرانی کو بہتر بنانا امن عامہ کی صورتحال کو بہتر بنا سکتا ہے۔

۳۔معاشرتی ترقی: معاشرتی ترقی اور اقتصادی مواقع فراہم کرنا بھی امن عامہ کے تحفظ میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ تعلیم، صحت، اور روزگار کے مواقع بڑھانا اور معاشرتی عدم مساوات کو کم کرنا امن عامہ کو بہتر بنا سکتا ہے۔

۴۔فرقہ واریت کے خلاف اقدامات: فرقہ واریت اور مذہبی شدت پسندی کے خلاف اقدامات کرنا ضروری ہے۔ بین المذاہب مکالمے کو فروغ دینا اور مذہبی رواداری کو بڑھانا امن عامہ کے تحفظ میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

۵۔عوامی آگاہی: عوامی آگاہی اور تعلیم بھی امن عامہ کے تحفظ میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ شہریوں کو اپنے حقوق اور ذمہ داریوں کے بارے میں آگاہ کرنا اور معاشرتی مسائل پر بیداری بڑھانا امن عامہ کو بہتر بنا سکتا ہے۔

پاکستان میں امن عامہ کی ضرورت اور اہمیت ناقابلِ انکار ہے۔ امن عامہ کے بغیر معاشرتی استحکام، اقتصادی ترقی، اور قانون کی حکمرانی ممکن نہیں۔ موجودہ حالات میں امن عامہ کی بگڑتی ہوئی صورتحال ہمارے ملک کے مستقبل کے لیے ایک سنگین چیلنج ہے۔ اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے مؤثر اقدامات، مضبوط قوانین، اور عوامی آگاہی کی ضرورت ہے۔ امن عامہ کی بہتری کے لیے ہمیں مل کر کام کرنا ہوگا تاکہ پاکستان ایک محفوظ، پر امن، اور خوشحال ملک بن سکے۔

آپ ﷺ کے اسفار اور اُمت کیلئے سبق

عائشہ اسحاق

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

اگر نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہو گا کہ مالکِ کل یعنی خدائے بزرگ و برتر نے آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکت کو بنی نوع انسان کے لیے ہدایت کا آخری اور کامل ترین نمونہ قرار دیا ہے اور اس بات کا بارہا اعتراف کیا گیا ہے کہ فقط آپ ﷺ کی ذات اقدس ہی نہ صرف اس جہاں کے لیے بلکہ تمام جہانوں کے لیے اخلاقِ حسنہ کا اعلیٰ اور کامل نمونہ ہے جس سے ہر عمر، ہر طبقہ اور ہر دور کے لوگ ہر شعبۂ زیست میں رہنمائی لے کر کامیابی و کامرانی حاصل کر سکتے ہیں۔آپ ﷺ نے زندگی کے ہر میدان عمل میں بہترین مثالیں فراہم کر کے بنی نوع انسان کی محدود سی عقل کو لامحدود ذات سے روشناس کرواکر جو احسان عظیم کیا ہے اس کی مثال نابغہ روزگار کی سی ہے۔آپ ﷺ نے نہ صرف معلم کی حیثیت سے بلکہ بطور مبلغ بھی اس

طرح خدمات انجام دیں کہ جس کی نظیر ملنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔اسی طرح محبوبِ خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی زندگی میں جن جنگوں میں شرکت کی اور بہادری و شجاعت کا مظاہرہ کیا ان میں بھی ہمارے لئے شجاعت ،دلیری،صبر و استقامت ،حکمت و تدبیر، انسانیت کی خدمت اور نرم دلی و رحم دلی اور حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے جیسے بہترین اسباق پوشیدہ ہیں بے شک حیاتِ نبی کریم ﷺ کاہراک پہلو اور قدم بھی حکمت سے خالی نہیں ہے۔آپ ﷺ کے ہر عمل میں نوع انسانی کے لیے زندگی کے کسی نہ کسی مشکل شعبے میں رہنمائی کا عنصر موجود ہے جس سے استفادہ کر کے دنیاو آخرت کی زندگی کو بہترین بنایا جا سکتا ہے۔

حسنِ یوسف،دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہاداری

ویسے توحضرت محمد ﷺ کی پوری حیات مبارکہ ہی ہمارے لئے ایک رول ماڈل ہے لیکن جو حکمتیں اور اسباق ان کی ہجرت،غزوات اور اسفار میں پنہاں ہیں وہ ہمارے لیے کسی مشعل راہ سے کم نہیں ہیں۔نبی کریم ﷺ نے جن مختلف مقامات کے اسفار کیے ہیں ان میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، طائف، بدر، احد، خیبر، حنین، حبشہ، خیبر، فتح مکہ، تبوک،سفر جعرانہ اور یمن شامل ہیں۔ان کے علاوہ آپ ﷺ نے مختلف قبائل اور علاقوں کا بھی سفر کیا، جیسے کہ نجران اور غزوۂ تبوک کے دوران مختلف مقامات پر بھی تشریف لے گئے۔آپ ﷺ کے یہ تمام اسفاردعوت و تبلیغ سے لے کر تجارت کی غرض پر مبنی تھے۔یہ تمام اسفار آپ ﷺ کی نبوت کی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہونے کے ساتھ امتِ مسلمہ کے لیے ایک سبق بھی ہیں۔آپ ﷺ نے پہلا سفر تجارت کی غرض سے کیا تھا جس میں آپ ﷺ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سامانِ تجارت لے کر ملک شام کی طرف گئے تھے۔یہ سفر نبی کریم ﷺ کی امانت ،صداقت لین دین میں انصاف پسندی اور اخلاقی اقدار کی بہترین عکاسی کرتا دکھائی دیتا ہے اور یہ بھی بتاتا ہے کہ امانت و صداقت اور انصاف پسندانہ طبیعت کس طرح لوگوں کے

دل میں مقام و مرتبہ پیدا کرتی ہے۔اس سفر نے آپ ﷺ کو مختلف ثقافتوں اور لوگوں کے ساتھ ملنے کا موقع فراہم کیا، جس سے آپ کی بصیرت میں اضافہ ہوا۔ اس سفر سے تجارت کے اصول ،اغراض و مقاصد،امانت و صداقت اور انصاف کو دیکھتے ہوئے اس بات کی ترغیب ملتی ہے کہ زندگی میں ابتدائی کام میں اصول پسند طبیعت کا انتخاب بعد کی زندگی میں بھی کام آتا ہے اور سفر میں شامل لوگوں اور ان سے منسلک دیگر لوگوں پر بھی دیر پا اثرات مرتب کرتا ہے۔ صداقت و امانت کوکسی بھی کاروبار اور رشتے میں بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔آپ ﷺ کی اسی بات سے حضرت خدیجہؓ بنت خویلد بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔

نبی کریم ﷺ نے ملکِ شام کے بعد ایک اہم اور قابل ذکر سفر مدینہ منورہ کی جانب کیا۔یہ سفر ہجرتِ مدینہ کے نام سے بھی مشہور ہے۔جب آپ ﷺ کی محبوب سرزمین مکہ مکرمہ میں کفار کی اجارہ داری اور ظلم و ستم نے سر اٹھایا اورآپ ﷺ اور آپ ﷺ کے پیروکاروں پر زندگی تنگ کردی تو بحکم خدا آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کا رخ کیا۔یہ سفر صرف محض ایک جغرافیائی ہجرت اور منتقلی نہ تھابلکہ اس کا مقصد ایک ایسی اسلامی ریاست کا قیام تھا جو مسلم ریاست کے تشخص کو اجاگر کرے۔اس سفر سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ مشکلات کے باوجود ایمان اور عزم کے ساتھ اپنے مقصد کی طرف بڑھتے رہنا چاہیے۔ مذکورہ ہجرت نے ہمیں یہ سکھایا کہ جب بھی حالات مشکل ہوں اور دل غموں سے چور ہو تب بھی اللہ کی مدد پر یقین رکھنا چاہیے اور اپنے مقاصد کے لیے جدوجہد جاری رکھنی چاہیے۔یہ قطعاً نہ سوچیں کہ مجھ سے محبوب چیزیں اور جگہیں چھینی جارہی ہیں اور راستے تاریک ہورہے ہیں۔صرف اس بات کو مدِ نظر رکھیں کے ان تمام باتوں پر صرف اللہ تعالیٰ کوہی قدرت حاصل ہے اور بے شک وہ کبھی بھی کسی کو بے یارو مددگار بالکل بھی نہیں چھوڑتا کیوں کہ یہ وہی خدا ہے جس نے حضرت ابرہیم علیہ السلام کو آگ سے محفوظ رکھا،موسیٰ علیہ السلام کو دریائے نیل پار کرنے کی طاقت عطا فرمائی،یوسف علیہ السلام کو اندھے کنویں میں ہمت دی اور سر زمین مصر کا حاکم بنا ڈالا،یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں زندہ رکھا اور عیسیٰ علیہ السلام کو تنہا نہیں چھوڑا۔اسی طرح نبی کریم ﷺ کےاس سفر نے مسلمانوں کو ایک

نئ زندگی، صبر، حکمت، اتحاد اور بھائی چارے کا درس دیا اور مومن مسلمانوں کے حوصلوں کو بلند کیا اور اللہ تعالیٰ پر یقین کو مزید پختہ کیا اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی کی مصلحتوں اور فیصلوں پر سر تسلیم خم کرنے کا بہترین سبق بھی اس سفر میں پوشیدہ ہے۔اس تاریخی سفر سے ہمیں یہ بھی سیکھنے کو ملتا ہے کہ مشکلات کے باوجود ثابت قدم رہنا اور اپنے ایمان کی حفاظت کرنا بہت ضروری ہے۔ ہجرت مدینہ کے ذریعے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ بھی سکھایا کہ ایک مضبوط اور متحد معاشرہ قائم کرنے کے لیے جدوجہد کرنا اور ایک دوسرے کا ساتھ دینا کتنا اہم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں مسلمانوں نے ایک مثالی معاشرتی نظام قائم کیا، جو آج بھی ہمارے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔بے شک اتحاد اور اتفاق کسی بھی قوم کو مضبوط و مستحکم بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اور اہم سفر طائف کی طرف کیا۔اس سفر میں کفار نے آپ کی حق بات کا نہ صرف انکار کیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اوباش لوگوں کے ذریعے ظلم وستم کا نشانہ بھی بنایا۔یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بدن مبارک دعوت حق کے رد عمل

کے نتیجے میں لہولہان ہوگیالیکن پھر بھی حق کا راستہ نہیں چھوڑا۔اس سفر میں ایک اہم بات اور سبق یہ ہے کہ حق کی راہ میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، لیکن صبر، استقامت اور اللہ کی رضا کے لیے کوشش کبھی بھی ترک نہیں کرنی چاہیے۔حق کا علم ہمیشہ لہراتے رہنا چاہیے۔ حالات خواہ کیسے ہی ہوں، کبھی ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ سفر ہمیں سکھاتا ہے کہ ہمیں اپنے مشن کے لیے کبھی ہار نہیں ماننی چاہیے، چاہے حالات کتنے ہی کٹھن کیوں نہ ہوں۔اللہ کی مدد پر کامل یقین رکھنا چاہیے اور بے شک وہ بہترین جاننے والا اور مدد کرنے والا ہےاور وہ ہمیشہ ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جو حق کے راستے پہ چلتے ہیں۔

آپ ﷺ کی زندگی کا سب سے اہم روحانی سفر "سفر معراج" تھا جس کی اہمیت اور مقام کا تعین محدود عقلِ انسانی کے بس کی بات نہیں۔ اس سفر میں نبی کریم ﷺ نے آسمانوں کی سیر کی اور خدائے بزرگ و برتر کا دیدار کیا۔اس سفر سے ہم پر یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اللہ رب العالمین کے لیے کوئی بات بھی مشکل نہیں یعنی اس کی قدرت کی کوئی حد نہیں۔یہ سفر وہ ہے جس میں آپ ﷺ کو نمازوں کا تحفہ ملا۔اس سفر سے یہ سبق ملتا ہے کہ بے شک اللہ پاک ہر بات پہ قادر ہےاور اپنے محبوب کو اپنا دیدار کروا کے محبوب کے مقام و مرتبہ کو ثابت کیا۔اس کے علاوہ، یہ سفر ہمیں یہ بھی سکھاتا ہے کہ مشکلات کے باوجود اللہ کی طرف رجوع کرنا اور اس کی رضا کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔یہی وہ سفر ہے جس کی تصدیق نے ابو بکرؓ کو صدیق جیسے لقب سے سرفراز کیا۔ نبی کریم ﷺ نے سفر خیبر میں یہودی قبائل کے ساتھ مذاکرات کیے اور اسلامی ریاست کی تبلیغ کی اور ہمیں یہ درس دیا کہ جب کسی غیر مسلم سے ریاست و کاروباری معاملات کریں تو کس قسم کی حکمت عملی اپنائی جائے اور غیر مسلموں سے کس طرح کا سلوک روا رکھیں۔ حضرت محمد ﷺ نے سفر حبشہ کے ذریعے یہ درس دیا کہ حق کے راستے میں مشکلات ضرور آتی ہیں لیکن ان مشکلات کو کسی بھی طرح اپنے ایمان پر حملہ نہ کرنے دیں ،ثابت قدم رہیں اور ہر ایک مشکل اور چیلنج کا دلیرانہ اور مردانہ وار مقابلہ کریں۔جب کبھی مشکل میں اپنا گھر بھی چھوڑنا پڑے تو اللہ کی خاطر کسی دوسری محفوظ جگہ پر منتقل ہو جائیں اور دعوت حق کا کام جاری رکھیں۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ایک اہم موڑ سفر فتح مکہ ہے۔یہ وہ سفر ہے جب حضور مکرم ﷺ نے نوع انسانی کی کایا پلٹ دی۔دین کے دشمنوں اور قاتلوں کے لیے عام معافی کا اعلان کیا اور عالم انسانیت کو یہ پیغام دیا کہ اللہ کی رضا سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہےاور ایک مومن کے لیے خدا کی رضا ہی دنیا و آخرت میں اہم ہے۔اس سے ہمیں رحم،عفو و درگزر اور انسانی عظمت و برتری کا سبق ملتا ہے۔فتح مکہ کے ذریعے یہ بھی واضح ہوا کہ طاقت اور فتح کا اصل مقصد لوگوں کی رہنمائی اور ان کے دلوں کو جیتنا ہے، نہ کہ انتقام لینا۔اس واقعے نے ہمیں یہ سکھایا کہ حقیقی کامیابی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب ہم اپنے مقاصد پر قائم رہتے ہوئے دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں۔آپ ﷺ نے اس سفر کے ذریعے اخوت و بھائی چارہ اور مساوات کا پیغام دے کر تمام انسانوں کو احترام سکھایا۔اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ نے جب حج کا سفر کیا اورخطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر جو خطاب کیا اس میں اتحاد، اتفاق،ایثار و مساوات، بھائی چارہ، صبر و استقامت ،عدل و انصاف اور عظمت انسانی کا پیغام دیا۔بنیادی انسانی حقوق پر زور دیا۔یہ تمام باتیں اس جانب اشارہ کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک پر امن معاشرے کے قیام کے لیے بہترین اصول و قوانین فراہم کیے۔آپ ﷺ کے اس خطبے کومیگنا کارٹا سے زیادہ اہمیت اسی بنا پر حاصل ہے کہ آپ نے عظمت انسانیت پر زور دیا تھا۔

بحیثیت مجموعی نبی کریم ﷺ نے جتنے بھی اسفار کیے ان کااولین مقصد دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہی تھااور آپ ﷺ نے بنی نوع انسان کو اپنے ان تمام اسفار سے کامیاب زندگی گزارنے اور کاروبار کرنے کے بہترین اصول اور طریقے سکھائے ہیں۔آپ نے ان اسفار کے توسط سے صبر ،اتحاد ،اتفاق،علم، اخلاقی اقدار ، قیادت ، تربیت اور امن و سلامتی کو فروغ دے کر بنی نوع انسان کو ان سے فیض حاصل کرنے کا موقع دیا۔شعب ابی طالب میں محصور ہونے کا واقعہ ہو یا پھر سفر طائف کا واقعہ یہ سب آپ ﷺ کی ہمت و جواں مردی کی دلیل ہیں اور اس بات کا درس دیتے ہیں کہ مشکلات ومصائب ہمیشہ نہیں رہتیں۔ان کا مقصد انسان کی تربیت ہوتا ہے اور بے شک اللہ پاک بہتر تربیت کرنے والا ہے۔

ربیع الاول پلان 2024ء لانچنگ تقریب

خصوصی رپورٹ: عائشہ مبشر (سربراہ میلاد مہم 2024ء)

اس کائناتِ انسانی پر اللہ رب العزت نے بے حد و حساب احسانات و انعامات فرمائے۔ انسان پر بے پایاں نوازشات اور مہربانیاں کیں اور یہ سلسلہ ابد الاباد جاری و ساری رہے گا۔ ذاتِ باری تعالیٰ نے ہمیں لاتعداد نعمتوں سے نوازا جن میں سے ہر نعمت دوسری سے بڑھ کر ہے لیکن اس نے کبھی کسی نعمت پر احسان نہیں جتلایا ہے۔ لیکن ایک نعمت ایسی تھی کہ خدائے بزرگ و برتر نے جب اسے اپنے حریمِ کبریائی سے نوعِ اِنسانی کی طرف بھیجا تو پوری کائناتِ نعمت میں صرف اس پر اپنا اِحسان جتلایا اور اس کا اظہار بھی عام پیرائے میں نہیں کیا بلکہ اہلِ ایمان کو اس کا احساس دلایا۔ مومنین سے روئے خطاب کر کے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ. (آل عمران، 3 : 164)

”بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ اُن میں اُنہی میں سے عظمت والا رسول (ﷺ) بھیجا۔“

اسی مناسبت سے منہاج القرآن ویمن لیگ نہ صرف ملکِ پاکستان بلکہ بین الاقوامی سطح پر حضور ﷺ کی ولادت پر محافل میلاد النبی ﷺ کانفرنسز اور سیمینارز، علمی حلقہ جات اور فکری نشستوں کا بھرپور انداز سے انعقاد کرواتی ہے۔ جس کا مقصد

حضور خاتم النبیین ﷺ کی ولادت با سعادت کا جشن منانا اور آپ رحمۃ العالمین کی تعلیمات سے امت مسلمہ کو روشناس کروانا ہے۔

منہاج القرآن ویمن لیگ پاکستان کے زیرِ اہتمام میلاد مہم 2024 بعنوان "حب رسول بترویج حدیث رسول ﷺ"، کی لانچنگ تقریب منعقد ہوئی جس میں آل پاکستان تنظیمات کو مرکزی پلان اور جملہ شعبہ جات کے پلانز پر بریفنگ دی گئی تاکہ ہر سال کی طرح امسال بھی ماہ میلاد النبی ﷺ میں مختلف سرگرمیوں کے ذریعے امت محمدی ﷺ کے دلوں کو عشقِ مصطفی ﷺ کے نور سے منور کیا جا سکے۔

تقریب کے آغاز کے لیے محترمہ رافعہ عروج ملک (جوائنٹ سیکرٹری برائے مرکزی پروگرامز میلاد مہم 2024) نے تلاوت کے لیے حافظہ سحر عنبرین اور نعت رسولِ کریم ﷺ کے لیے قاریہ سدرہ انور کو مدعو کیا۔ میلادالنبی ﷺ کے عنوان پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی کلپ چلایا گیا۔ بعد ازاں تقریب میں پاکستان بھر کی صدور، ناظمات اور جملہ ذمہ داران کو محترمہ انیلا الیاس (ناظمہ زونز اے) نے استقبالیہ پیش کیا۔

حُبِّ رسول بترویج حدیث رسول ﷺ

صدر منہاج القرآن ویمن لیگ پاکستان ڈاکٹر فرح ناز نے ربیع الاول پلان لانچنگ تقریب کے شرکاء سے خصوصی گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ دینی کارکن کا بڑا مقدس مقام ہے اور میرے لیے اعزاز کی بات ہے کہ میں منہاج القرآن کی ان کارکنان سے مخاطب ہوں جن کا سب سے بڑا حوالہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی نوکری ہے۔

میلاد مہم کے مرکزی سلوگن (حُبِّ رسول بترویج حدیث رسول ﷺ) کو اناؤنس کرتے ہوئے انکا کہنا تھا کہ ہمیں اپنے حبی تعلق کو علمی و عملی صورت میں ڈھالنے کیلئے ایک قدم آگے بڑھانا ہے۔ کیونکہ جو شخص جس قدر رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ کے علم سے مخلصانہ شغف رکھتا ہے اسی قدر اسکا روحانی رشتہ اور حبی تعلق اس ذات والصفات سے مضبوط ہوتا ہے کہ جس کی طرف یہ علم منسوب ہے۔

معاشرے کی اصلاح کے لیے اپنی بات پہنچانے کے بجائے ہمیں اصلاً حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے پیغام کو پہنچانا ہوگا۔ جب تک حقیقی معنوں میں محبت رسول ﷺ کو قولِ رسول کے ذریعے امین بن کر پہنچانے کا فریضہ انجام نہیں دیں گے تو ہمارا دل

اور ہمارے اعمال نہیں بدلیں گے۔لہذا ہمیں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے قول، سیرت اور دعاؤں کے اثر سے معاشرے کو بدلنے کی کوشش کرنی ہے۔ یقیناً خدمت رسولﷺ ہماری فکر اور ہمارے اہداف کا مرکز و محور ہے۔

آخر میں ڈاکٹر فرح ناز کی جانب سے ذہنوں پر نقوش چھوڑنے والے سوالات پاکستان بھر کی ذمہ داران کے سامنے رکھے تاکہ میلاد مہم کی ہر سرگرمی کو نتیجہ خیز بنایا جاسکے۔

مرکزی ڈیسک تعارف و پلان

سربراہ میلاد مہم 2024 محترمہ عائشہ مبشر نے پاکستان بھر کی تنظیمات کو مرکزی میلاد ڈیسک سے متعارف کروایا اور ہر فرد کی متعلقہ ذمہ داری کے حوالے سے آگاہی فراہم کی تاکہ مہم کے تمام تر سرگرمیوں کو نتیجہ خیز بنایا جا سکے۔ بعد ازاں محترمہ عائشہ مبشر نے پلان کے مقاصد، جہات اور مختلف سرگرمیوں پر بریفنگ دی۔

ہدایات برائے میلاد پروگرام آرگنائزر

نائب صدر منہاج القرآن ویمن لیگ محترمہ سدرہ کرامت نے میلاد مہم لانچنگ تقریب میں پاکستان بھر سے شریک ذمہ داران و عہدیداروں کو پروگرامز کے انعقاد سے متعلق چند بنیادی ہدایات فراہم کیں جن پر عمل کرتے ہوئے بہترین نتیجہ خیزی کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔انہوں نے پروگرام کے فارمیٹ میں ربط قائم رکھنے کے لیے سٹیج سیکرٹریز کو ہدایات جاری کیں نیز نعت خواں بہنوں اور اسکالرز کی ٹریننگ کے لیے ورکشاپ کروانے کا بھی اعلان کیا۔

آخر میں اللہ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ:

’یا اِلٰہی! ہم تجھ سے اِن مجالس، محافلِ میلاد،ضیافت ہاے میلاد، میلاد مہم اور جمیع اُمورِ خیر کے واسطے سے سوال کرتے ہیں کہ تو ہمیں عالمِ رُؤیا میں اپنے پیارے حبیب مکرم خاتم النبیین ﷺ کی زیارت مقدّسہ سے شرف یاب فرما۔ہمارے والدین، ہمارے شیخ و مربی حضور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری، ہمارے اساتذہ، تمام مومنین و مومنات، مسلمین و مسلمات چاہے زندہ ہوں یا فوت شدہ، تمام کی کامل بخشش فرما۔ہمیں اپنے عذاب سے پناہ دے۔ہمارے لیے اپنی رضا واجب ٹھہرا دے اور اپنی رحمت کے طفیل حضور نبی اکرم ﷺ پر ڈھیروں درود بھیج؛ اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔‘‘آمین

الفیوضات المحمدیہ
(شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

(اَلْمُتَکَبِّرُ ------ سب سے اعلیٰ وارفع، بڑائی والا)

وظیفہ برائے حصولِ اولاد: یا مُتَکَبِّرُ

فوائد و تاثیرات: اس وظیفہ کی کثرت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نیک اور متقی اولاد سے نوازتا ہے۔ ہر کام سے پہلے اس وظیفے کو پڑھنے سے مراد مل جاتی ہے نیز اس کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ لوگوں کی نگاہوں میں بزرگ اور باوقار بناتا ہے۔ جو شخص اس کا معمول اپنائے گا کبھی کوئی دشمن اور حاسد اس کو نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھے گا۔

عام معمول: اوّل و آخر 11، 11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ورد سو (100) مرتبہ روزانہ کریں۔

اس وظیفہ کو حسب ضرورت 11 دن، 40 دن یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے جاری رکھ سکتے ہیں۔

(اَلْاَوَّلُ ------ سب موجودات سے پہلے)

وظیفہ برائے حصولِ اولادِ نرینہ: یا اَوَّلُ

فوائد و تاثیرات: 40 دن تک اس اسم کا ورد کرنے سے نرینہ اولاد کی نعمت مل جاتی ہے۔

شبِ جمعہ کو ایک ہزار (1000) مرتبہ پڑھنے والے کی حاجت روائی ہو جاتی ہے اور جمعہ کے دن کوئی مسافر پڑھے تو اس کے منتشر معاملات مجتمع ہو جاتے ہیں۔

عام معمول: اوّل و آخر 11، 11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ورد سو (100) مرتبہ روزانہ کریں۔

اس وظیفہ کو حسب ضرورت 11 دن، 40 دن یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے جاری رکھ سکتے ہیں۔

(اَلْخَالِقُ ------ پیدا کرنے والا)

گمشدہ اولاد اور مال و اسباب کی بازیابی کا وظیفہ: یا خَالِقُ

فوائد و تاثیرات: اس وظیفہ کو رات کے وقت پڑھنے سے دل منور اور چہرہ روشن ہو جاتا، جملہ امور میں غیبی مدد و نصرت حاصل ہوتی ہے۔

اس کا ذکر کرنے والا اپنے نفس میں اپنے نورِ قلب کے موافق اللہ تعالیٰ کا جلوہ اجمالاً و تفصیلاً، ظاہر و باطنی طور پر محسوس کرتا ہے۔

اس وظیفہ کو پانچ ہزار (5000) مرتبہ پڑھنے سے گمشدہ مال یا بچہ طوعاً و کرھاً مل جائے گا۔ اسی طرح طویل عرصے سے غائب شخص یا کوئی چیز بھی مل جائے گی۔

عام معمول: اوّل و آخر 11، 11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ورد سو (100) مرتبہ روزانہ کریں۔

اس وظیفہ کو حسب ضرورت 11 دن، 40 دن یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے جاری رکھ سکتے ہیں۔

گلدستہ

صفائی کے آسان و مفید طریقے

خدیجہ بتول

زندگی میں پاکیزگی اور صفائی نہایت ضروری ہے۔ صفائی کا مطلب ہے اپنے گھر، ماحول اور اردگرد کو صاف ستھرا رکھنا۔ اپنے آپ کو جسمانی طور پر صاف رکھنا۔ صفائی صرف نہانے اور ہاتھ دھونے سے نہیں ہوتی بلکہ گاؤں، قریہ، محلہ، شہر اور گھر الغرض آس پاس کے ماحول کو صاف ستھرا رکھنا بھی ضروری ہے۔ اگر آدمی روزانہ اور ہمہ وقت صفائی پر عمل کرے تو وہ طرح طرح کی بیماریوں سے دور رہتا ہے۔ اچھی صحت برقرار رکھنے کے لیے صفائی بہت ضروری ہے بالخصوص کچن کی صفائی۔

صفائی کے بہت سے فائدے ہیں، مثلاً حفظان صحت کی اچھی عادتیں ہمیں بہت سی بیماریوں سے بچاتی ہیں۔ کوئی بھی بیماری نہ صرف جسم کے لیے نقصان دہ ہوتی ہے بلکہ انسان کا خرچ بھی بڑھا دیتی ہے۔ یرقان، ٹائیفائیڈ، ہیضہ جیسی خطرناک بیماریاں گندے پانی اور خوراک کے استعمال سے پھیلتی ہیں، جبکہ گندے ماحول میں مچھر پنپتے ہیں جو ملیریا، ڈینگی، چکن گونیا جیسی مہلک بیماریاں پھیلاتے ہیں۔

گھر کی صفائی کے آسان و مفید طریقے

گھر کی صفائی ستھرائی یوں تو روزانہ ہی کی جاتی ہے اور یہ کام بہت آسان بھی لگنے لگتا ہے، اگر چند مفید اور گھر کی صفائی کے لیے بہترین اور آسان طریقے اپنا لیے

جائیں تو نہ صرف گھر کی صفائی میں بہتری آتی ہے بلکہ نظر نہ آنے والے ہزاروں لاکھوں جراثیم کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔

عالمی وبا کورونا وائرس کے دوران ڈاکٹرز کی جانب سے بھی باقاعدہ گھر کی صفائی کے لیے مشورے دیئے گئے ہیں جنہیں اپنا کر نہ صرف گھر کی بہتر طریقے سے صفائی کی جا سکتی ہے بلکہ کورونا وائرس وبا سے بھی بچا جا سکتا ہے۔

خواتین گھر کی جھاڑ پونچھ کے لیے کافی محنت کرتی ہیں جس کے نتیجے میں وہ تھکن کا شکار ہو جاتی ہیں، مندرجہ ذیل اگر چند آسان ٹوٹکوں پر عمل کر لیا جائے تو کافی حد تک وقت کی بچت بھی کی جا سکتی ہے۔

فریزر کی صفائی

فریزر سے اکثر اوقات بدبو آنے لگتی ہے جو آہستہ آہستہ فریزر میں رکھے سامان میں رچ بس جاتی ہے، فریزر میں کھانے پینے کی چیزوں کو ترتیب میں رکھیں۔ سبزیوں، پھلوں اور دودھ کو پانی کی بوتلوں سے دور رکھیں

ہر 15 دن میں فریزر کو مندرجہ ذیل طریقوں سے ضرور صاف کریں:

★ فرج کی بدبو کے خاتمے کے لیے کھانے کے سوڈا کا ڈبہ کھول کر فریزر میں رکھ دیں، چوبیس گھنٹے بعد اسے نکال لیں بدبو ختم ہو جائے گی۔

★ کافی کے بیج پیس کر ایک پلیٹ پر بچھا دیں، اس پلیٹ کو چوبیس گھنٹوں کے لیے فریج میں رکھ دیں، اس کافی کو پھینکنے کے بجائے آپ کسی پودے کی کھاد کے طور شامل کر سکتے ہیں۔

کچن کی صفائی

چولہے، اوون اور برتن دھونے والی جگہ یعنی سِنک کی صفائی اگر نہ کی جائے تو کچن میلا اور بدنما معلوم ہو تا ہے، اور اگر یہ ہی چیزیں چمکدار اور صاف ستھری لگ رہی ہوں تو پورا کچن ہی چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔

میٹھا، کھانے کا سوڈا(baking soda)ایک بہترین کلیننگ ایجنٹ ہے، تھوڑا سا سوڈا صفائی کی جگہ پر چھڑ کیں اور اتنا پانی ڈالیں کہ پیسٹ سا بن جائے، رات بھر کے لیے ایسے ہی چھوڑ دیں، صبح کسی صاف کپڑے سے صفائی کر لیں، نتائج پر آپ حیران رہ جائیں گے۔

فرنیچر کی صفائی

ایک کپ بے بی آئل میں آدھا کپ لیموں کا رس شامل کرلیں اور دونوں اجزا کو اچھی طرح مکس کرنے کے بعد ایک نرم کپڑے کی مدد سے لکڑی کے فرنیچر اور دروازوں پر مل لیں، اب لکڑی کو گیلے کپڑے سے پوچھنے کے بعد کسی دوسرے صاف کپڑے کو ناریل کے تیل میں ہلکا سا ڈبو کر ہلکے ہاتھ سے لکڑی پر ملیں۔

باتھ روم کی صفائی کیسے کی جائے؟

★ سب سے زیادہ جراثیم غسل خانے (Bathroom) میں پائے جاتے ہیں لہٰذا اس کی صفائی بھی زیادہ اہم ہے، غسل خانے کو تادیر اور ہمیشہ صاف رکھنے کے لیے تمام گھر والوں کو یہ عادت بنا

لنی چاہیے کہ وہ غسل خانے سے نکلتے ہوئے استعمال کی گئی چیزیں جیسے کے برش، ٹوتھ پیسٹ اور صابن اپنی جگہ پر رکھیں، فرش خشک کریں۔

★ غسل خانے کے شیشے کی صفائی کے لیے شیشے پر شیمپو کا اسپرے کریں اور ٹشو یا صاف کپڑے سے آئینہ خشک کر لیں۔

★ نمک کو کسی اچھے صرف میں شامل کریں اور پوچھے کے ذریعے ٹائلوں پر ملیں، تھوڑی دیر کے لیے ایسے ہی چھوڑ دیں پھر پانی سے دھو کر وائپر سے صفائی کر لیں۔

★ پرانے دھبوں یا نشانات کو صاف کرنے کے لیے ٹوتھ پیسٹ کو بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

پنکھوں کی صفائی

عام طور پر پنکھوں کی صفائی سب سے مشکل لگتی ہے، گردوغبار کی وجہ سے ان کا رنگ سیاہ ہو جاتا ہے جبکہ آپ آسان طریقے کی مدد سے چند منٹوں میں پنکھے چمکا سکتی ہیں۔

ایک اسپرے بوتل میں پانی اور دو بڑے چمچے سرکہ شامل کریں، ایک تکیے کا غلاف اور ایک صاف کپڑا لے لیں، کسی اونچی کرسی یا سیڑھی پر چڑھ کر پنکھے کے بلیڈ پر غلاف چڑھائیں اور پنکھے کو پوچھتے ہوئے غلاف اتار دیں، اس طرح سب مٹی غلاف میں آجائے گی اور اب پنکھے پر سرکے کا اسپرے کرکے صاف کپڑے سے ایک بار پونچھ لیں، پنکھے چمکنے لگیں گے۔

صفائی کے دوران نظر نہ آنے والے جراثیم سے کیسے جان چھڑائی جائے؟

★ برتن اور کچن کی سطح کو گرم اور صابن یا ڈیٹرجنٹ والے پانی سے دھونے سے جراثیم صاف ہو جاتے ہیں۔

جراثیم کے مکمل خاتمے کے لیے صاف کی جانے والی چیزوں کو کچھ وقت کے لیے 70 سینٹی گریڈ درجۂ حرارت سے زیادہ گرم پانی میں رکھنا اور دھونا مفید ثابت ہوتا ہے۔

ADMISSIONS
FALL 24
Minhaj University Lahore
MINHAJ UNIVERSITY LAHORE
DISCIPLINE - INNOVATION - EXCELLENCE - CHARITY
MUL
Ph.D. | M.Phil | BS | BS 5th SEMESTER | ADP
IN THE FACULTIES OF
ALLIED HEALTH SCIENCES
APPLIED SCIENCES
BASIC SCIENCES & MATHEMATICS
COMPUTER SCIENCE, INFORMATION TECHNOLOGY & SOFTWARE ENGINEERING
ECONOMICS & MANAGEMENT SCIENCES
ENGINEERING AND TECHNOLOGY
LANGUAGES
LAW
SOCIAL SCIENCES & HUMANITIES
Apply Now
03 111 222 685, 042 35145629
www.admission.mul.edu.pk
Minhaj University Lahore, Madar-e-Millat Road,
Near Hamdard Chowk, Township Lahore

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
SEP-2024
LAHORE
Regd CPL No.45